

دریوان  
حکیم الممالک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بعشق  
موسو قریبا  
ترانه عشق حصه اول  
مستلبر

غزلیات و رباعیات



## حیاتِ پیر حکیم عبدالباقی

مولوی مہدی دامت برکاتہہ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ مہدی صاحب کی تصانیف نے دکن میں خاصی شہرت و مقبولیت حاصل کی سب سے پہلے انہوں نے اردو کا لغت فارسی میں لکھا اور اردو انگریزی دکنسری ترتیب دی وہ نہ صرف علومِ شرقیہ کے یگانہ روزگار عالم تھے بلکہ انگریزی ترکی اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کی فارسی تصنیف ”حکایاتِ دل پسند“ جس میں اشالِ لقمان کو انگریزی سے شرفارسی کا جامہ پہنایا گیا ہے ہندوستان کے کفر مدارس میں زیرِ درس رہی اور مختلف مطابع میں جھپٹ چکی ہے۔ انہوں نے علاوہ دیگر تصانیف کے فارسی کا ایک مختصر لغت اور فارسی محاورات پر ایک سنبھل کتاب تصنیف کی ہے اور ایک نثر ”معدنِ الحواہر“ نامی بھی لکھا ہے۔ جس میں ایسے ہمعصروں اور فارسی زبان کے مشہور شاعروں کے حالات جمع کئے ہیں۔ ان کے دو مختصر دیوان بھی۔ فارسی اور اردو میں موجود ہیں مولوی مہدی دامت برکاتہہ کے والدِ عارف الدین خاں کو ولی بھی فارسی کے مشہور شاعر اور دربارِ والا جاہ (مدرس) میں خاصِ عرت و منزلت رکھتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ راقم الحروف نیاں دیوان مع مختصر حالات کے شائع کر دیا ہے۔

العرض حضرت عشق کے خاندان میں ملکہ شاعری و رشتہ ایلا آ رہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

نازمِ سخنِ عشقِ رسدستِ دستم  
میراثِ گرانمایہ جسدِ بدرِ من



خداۃ کاملہ، گلزارِ اعظم میں لکھا ہے کہ حضرت عشقِ مدراس میں ایک ہفتہ اواجازت گزارا، اخبار بھی نکالتے تھے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ بہ اخبار فارسی میں نکھایا اور دو میں افسوس ہے کہ کہیں اس اخبار کے پرچے دیکھے میں نہیں آئے۔ ورنہ بہت سے حالات سرورِ سی ٹی۔ حضرت عشق نے حیا کہ اد پر بیان کیا گیا ہے اگر حیا اپنے والد اور ماموں سے فارسی، عربی، درسی کتب کی تحصیل فرمائی تھی۔ لیکن کلام کی اصلاح خان عالم خاں بہاؤ فاروق سے لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سنا کر دوسرے استاد کو سنا کر دوسرے خاص ربط و تعلق تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

ز شعر پر اثرم عشقِ اثر ہو بدادش دعاے حضرت فاروقِ رگزمین مرا  
ایک دوسرے شعر میں استاد سے جدائی پر اس طرح افسوس کرتے ہیں۔  
جدا از حضرت فاروق تا شدم از عشقِ ریا درفت سخن خاطر حزین مرا  
”انسان مبتنی“ میں لکھا ہے کہ فاروق نے مولوی سید ولد اعلیٰ کی تصنیف ”رجو عالمیہ“ شیعیت کی تائید میں لکھی گئی تھی۔ یہ رماعی موروں کی تھی۔

دلدار علی کہ دادِ تالیف بداد اشعار عشریہ را نمودہ بر باد  
اعنی ز صوارم و سامِ اسلام برگردن ہر شیعی منت نہ باد  
اس کا جواب سید بیگ طلب نے یوں دیا۔  
فاروق بنائے اس رباعی چو گنجد رانصاف ہر شیعہ دوستی گفتند  
اکنوں ز صوارم و سامِ اسلام البتہ نمود میت قطع بیونند  
حضرت عشق نے اپنے استاد کی حمایت میں کئی رباعیاں لکھ کر بھجوائی تھیں جن میں سے  
حسب ذیل دو رباعیاں تذکرہ گلزارِ اعظم میں درج ہیں۔  
”تا مرقہ قطع دادہ بے طلبم ممنون تو اسے سجدہ بیگ طلبم

”مگر وہ گلو ار اعظم کی تصریح کی بموجب جس کو نواب غلام عوف خاں آخری بادشاہِ خاندانِ  
 والا جاہی نے شعرائے والا جاہی کے حالات میں ترتیب دیا ہے حکیم عبدالباہد عشق  
 کی پیدائش ۱۲۳۵ھ میں مقام مدراس ہوئی۔ وہیں انہوں نے جو نس سنبھالا اور  
 اپنے والد مولوی مہدی داحف اور اپنے مائیں حجاجی زین العابدین  
 سے جو اس زمانہ کے فارسی کے جید استاد تھے میں شمار کئے جاتے تھے  
 نیم نواب خان عالم خان فاروق سے جو علم و فضل کے ساتھ فنِ شعر میں بھی کمال رکھتے تھے  
 عربی فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کی اور اس کے بعد مدراس کے میڈیکل کالج میں جو وہاں پہلے  
 بہل قائم کیا گیا تھا شریک ہو گئے اور ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ ان کا اس زمانہ کے مشہور  
 و معروف ڈاکٹروں میں شمار تھا۔ اور وہ سرجری میں بیٹولی رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن  
 میں ان کا کتب خانہ دیکھا ہے جو کئی الماس پر مشتمل تھا جس میں ڈاکٹری کے ہر فن  
 پر پیش کیا گیا تھا۔ فراہم کی گئی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن سے کس قدر  
 شغف تھا۔ اور ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن پر کس قدر وسیع تھی یا وجود اس صداقت  
 و مہارت طبی کے انہوں نے اس شرفِ پیشہ کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے دوست  
 احباب اور غرب غریب کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات  
 بھی خود اٹھاتے تھے اس فیاضی اور حسنی کی وجہ سے اکثر مقروض اور زنگدست رہتے  
 تھے لیکن با اس ہمہ کھی انہوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا۔ ان کی انگریزی قابلیت اور بہادر  
 وحدانت طبی کے متعلق گلو ار اعظم میں لکھا ہے :-

”زبانِ انگریزی دپاروہ میں طے انگریزی از مستدان اہل لسان آموخہ دیہہ دانی ادوختہ“  
 ان کے والد مولوی مہدی داحف اپنی تصنیف ”تذقیۃ المرآم میں ان کی نسبت  
 لکھتے ہیں :-

”تساب ذکی لہ مہارۃ فی العربیۃ والعاریۃ والاخیلیرینہ لاسیما فی علم الطب لہ

”تذکرہ گلزارِ اعظم“ ۱۶۹۹ء میں تصنیف ہوا ہے اس میں جو حالات درج ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عشقِ مدراس میں مبہم تھے۔ غالباً اس کے بعد ہی وہ میسور گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میسور کا زمانہ قیام آٹھ نو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فعل و کمال کی قدر دانی فرمائی اور انہیں دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت تفویض ہوئی اس کے بعد جب نواب خانہ کے نام سے ایک عجائب خانہ قائم ہوا تو وہ اس کے مہتمم بنائے گئے جب نواب خانہ بے ضرورت سمجھ کر برخواست کیا گیا۔ تو حضرت عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ کر دیا گیا کہ اس کے علاج معالجہ سے مخلوق خدا کو بہت فیض پہنچتا تھا لیکن کبھی کبھی اس سے علاوہ دیوانی کے بعض امراء کے علاج معالجہ کا کام لیا جاتا تھا۔

حیدر آباد آنے کے بعد ان کا زیادہ تر مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس اور شعر و شاعری تھا۔ شعر و شاعری بھی بہت شوق سے کھینچتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح وراثتاً ملا تھا۔ کیوں کہ اس کے دادا عارف الدین خان رتوبق کی نسبت بھی سنا گیا ہے کہ ان کو بھی شعر و شاعری کا بہت شوق تھا۔

غالباً اپنی اس بیکاری کی جانب ہی انہوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا۔

دبدم حسرت ہر کارِ بمن میگوید  
کہ ز بیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

اپنے ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

فرصت تشدد کہ شکوہ ز کم فرصتی کم  
بیکار بیکہ می گزرد و روزگار مس

فاروقم و تبریح ہر بعت و شکر  
شہید محمد علی می طلبم  
اے اہل صلاح کیش ارباب فساد  
دار و بر کذبے زور و ہتیاں بنیاد  
بر قطع زنا روق گدا میں سنی  
بارافض سب طلب موانع افتاد

بہ وہ زمانہ تھا کہ خاندان والا جاہی کی بساط حکومت سیٹی جا رہی تھی اور غدر سے  
کچھ دنوں پہلے ہی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلا کے قافلے حیدرآباد کو  
اسلامی مرکز خیال کر کے چلے آ رہے تھے جو اس خاندان کے بہت سے افراد  
حیدرآباد پہنچ چکے تھے۔ حضرت عشق کے والد چچا اور دادا حیدرآباد آچکے  
تھے نواسیس الامراء بہادر اور ان کے بعد نواب سالار جنگ اول جن کو اہل کمال  
کی قدردانی اور حوصلہ دہائی سے حاصل کی گئی تھی اطراف و اکناف ہند سے  
علماء و فضلا اور شرفاء کو دعوت دے دے کر بلا رہے تھے اور ہر شخص کو اس کی  
قابلیت اور مرتبہ و منزلت کے لحاظ سے خدمات و مناصب عطا فرما کر اپنی علم پروری  
اور معارف نوازی کا ثبوت دے رہے تھے جس کی وجہ سے حیدرآباد اہل فضل و  
کمال کا اچھا خاصہ مرکز بن گیا تھا۔

حضرت عشق اپنی جوانی کا ایک معتد بہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد  
ملاش روزگار میں میسرور چلے گئے۔ اور وہاں محکمہ مال میں انہیں ایک معقول خدمت  
مل گئی۔ چونکہ اکثر اعزہ و احباب حیدرآباد چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کا دل میسور  
میں نہ لگا۔ چند سال وہاں رہے کے بعد وہ آگیا کر علیہ چلے آئے۔ غالباً حیدرآباد  
میں ان کا ورود ۱۲۹۹ھ ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

کیونکہ حدیقۃ المرام میں جو سن مذکور میں طبع ہوئی ہے۔ مہدی و اصطفیٰ نے میسور  
میں ان کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۴۰ سال سے متجاوز  
ہو چکی تھی۔



جو متفرق پُروں پر کھٹے گئے تھے۔ کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ نواب امد علیجاں صاحب جو حضرت عتیق کے قدیم دوست تھے۔ ان کے پاس بھی کچھ کلام موجود تھا جس کو حضرت موصوف نے اس سے حاصل کر کے مولوی عبدالواجد صاحب کے حوالہ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت عتیق کے زمانہ میں ہی اس کی اردو غزلیات جس قدر مل سکیں ان کو صاف کر کے صاحب موصوف نے ایک مجموعہ ترتیب دے لیا تھا۔ جس کے دیباچہ میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عتیق کے ایما سے انہوں نے اس کا نام ”قوافلہ عشق“ رکھا ہے۔ لیکن ماری کلام بحر جند علیات کے صاف ہو سکا اور بہت سے پرے مسودہ کی حالت ہی میں پڑے رہے اور ان کے مرتب اور ایک جگہ درجہ کرنے کی کوشش نہیں آئی۔ حالانکہ ان کا ماری کلام ہی زیادہ اعتناء کا مستحق تھا کیوں کہ وہ درحقیقت ماری کے شاعر تھے۔ اردو میں وہ بطور تفسیر طبع کے شکر کہا کرتے تھے۔ دو تین ان کے دادا اں کو اردو اور ماری دونوں زبانوں میں فکر سنبھالتے ہوئے دیکھ کر منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی ایک زمان کو اختیار کر دیوں کہ یکساں ہوتا ہے۔

العرض مولوی عبدالواجد صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ میرے حوالہ ہوا۔ میرے پاس بھی تقریباً ۱۴-۱۵۔ برس پڑا رہا۔ اصلاح کے قیام اور عدالتی کام کے انہماک کی وجہ سے مجھے اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سچ یو جھٹے کوکل امر مرہون باوقانہ چند دن پہلے جب میں اپنے پاس کے علمی مسودات کو دیکھ رہا تھا تو یہ مجموعہ برائیاں بھی بری نظر سے گزرا اور مجھے خیال ہوا کہ کیف مالتیق اس کو مرتب کر کے شائع کر دینا چاہئے۔ مگر حضرت عتیق کی یادگار بانی رہے اور سترائے دکن کے تذکرہ پڑھنے والے کو اگر ان کے کلام کے دیکھنے کا خیال ہوا مردہ اس کی نسبت بطور خود آزارانہ کوئی رائے قائم کرنا چاہئے تو کچھ نہ کچھ مواد مل سکے۔ تندرستوں میں جو معدودے چند انتخابی اشعار لکھے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت تذکرہ نویس کے دوق انتخاب کے نہیں منت ہونے ہیں اور بعض اپنے مذاق کے مطابق کلام کا انتخاب کرتا ہے۔

اتفاق سے ان دلوں حیدر آباد میں اچھے اچھے سخن گو اور خندان اصحاب جمع ہو گئے تھے۔

مثلاً منشی حبیب اللہ ذکا۔ امیر اللہ صاحب امیلر سالک وغیرہم۔ اس مجلس ہل کمال میں ہمیشہ شعور و سخن کے چرچے رہتے اور متاعِ عہ کی مجلس گرم ہوتی حضرت عسکریؒ اکثر ان شاعروں میں شریک ہوتے تھے یہ دیوان زیادہ تر اسی زمانہ کی غزلیات پر مشتمل ہے ان کے زمانہ جوانی کا کلام ضائع ہو گیا۔ اگر ان کے تمام انکسار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے ان کی بزرگوں کی شہرہ بھی جب سن کر کہنے پر آتے تو سیکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ دالہ حرم اپنے ایک خط میں تحریر دیتے ہیں کہ وہ اس جگہ کثرت فرماتے تھے کہ ہم لوگ ان کے اشعار کو قلم بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تصدیق کلوار اعظم سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے ”غزل و قصیدہ بکمال سرعت می بنگارند“

اس دیوان میں جو غزلیات ہیں ان سے بھی ان کی بزرگوں اور روانی طبع کا کافی پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک ہی بحر درویش میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملی ہیں۔ اموس ہے کہ ان کا کوئی قصیدہ ہمدست نہیں ہوا۔ قصیدہ کے میدان میں ان کے رد و طبیعت کا اور زیادہ اندازہ ہو سکتا تھا اپنی بزرگوں اور زود و سنکری کی وجہ سے وہ اپنے ہم عصروں میں خاص تیار رکھتے تھے اور اکثر امتحانی مواقع پر اپنی اس خداداد قابلیت کی وجہ سے کامیاب رہے اور اپنے ساتھیوں پر گویا سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

باداں رماں کہ عشق بمیدان امتحان

ارہر کہ بود گویا سخن ما ربودہ ایم

مولوی عبد الواحد صاحب فردند مولوی علی صاحب والد کو اپنے بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ صاحب دیوان ان کے نایاب ہوتے تھے اور ان سے تلمذ بھی تھا۔ ان کو ان کے کلام کے جمع کرنے کا خیال ہوا لیکن حضرت عسکریؒ کے پاس سوائے چند مسودہ غزلیات کے

سحق عشق بود سرگم  
 کہ زبان بر بہنہ گوشت مرا  
 خون کردہ ام سینہ دل در دہان بہ  
 زبں گوشت عشق میں کہ جگر تکیں بیان کنم  
 گردم ہلاک فہم رسائے معاصران  
 دانستہ خویش را نہ اگر نیزیاں کنم  
 ایک اور شعر میں اور تر یا وہ صاف طریقہ پر اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔  
 مستمع برگشتہ ہر دے چوں فیس باشش  
 لیلی گفتار را چہند محل کردہ اند

یعنی ہماری بات کو سمجھنے کے لئے سسے والے کو جاہے کہ وہ فیس عامری کی طرح مختلف دایلوں میں (مضمون و معنی کی) سرگردانی کرے۔ کیوں کہ ہماری بلائے گفتار کے کوئی ایک محل میں جیت تک ان سب میں تلاش و جستجو نہ کر لی جائے وہ نظر نہیں آسکتی اس شعر میں معنی آفرینی اور وقت بندی کو نہایت لطیف و سلیس منظر کیا ہے۔ محل کا لفظ بہت لطیف وائق ہوا ہے کہ کلام کے محل کی جانب بھی ایہام ہوا ہے۔ بعض وقت ایک کلام کے کوئی محل ہوتے ہیں۔ جب تک سامع کی نظر ان نام محلوں پر رہے وہ اس کی وسعت و عمق کو کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۸۳۷ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور قریباً گلابغ واقع محلہ ترب بازار ملکہ حبیبہ آباد ہیں تدفین علی میں آئی۔ حضرت عشق کی پہلی بیوی خواجہ غلام حیدر ولد خواجہ مقصود علی خاں کی بیٹی اور سید عبدالقادر شہید ولد سید نظام الدین سیجا پوری مینشی و کاتب والا جاہ کی لڑکی تھیں۔ خواجہ مقصود علی خاں دکنٹ گیری کے نولعلوں قلعہ دار تھے اور ٹیمپو سلطان کے ہنگام میں شہید ہوئے پہلی بیوی کے بطن سے مولوی عبدالحق و صغیر، ملا علی تقی موم حرم احقر کے والد اور عبدالحق صا اور مولوی کیاں ہوئیں اور دوسری بیوی عبد الشام صاحب اور ایک لڑکی ہوئی جس میں سے ابہ کوئی نقید حیات نہیں ہیں۔

جس سے کوئی صحیح مستقل رائے کسی شخص کے کلام کی نسبت نہیں قائم کیا سکتی۔  
 غالباً طبیعت کی بے بردائی نے خود حضرت کو کبھی اپنے کلام کے صحیح کرنے کی جانب متوجہ  
 نہیں ہونے دیا اور اس بے پردائی اور بے توجہی کا نتیجہ تھا کہ اکثر کلام مستر اور ضائع ہو گیا  
 چنانچہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

ما قدر دان جاں بنود کس چو من کہ من  
 جنس گراں بہائے سخن را نیکیاں کنم  
 مدراس کے شعرا میں دو کتب خیال کے شعرا تھے ایک تو وہ جو خیال مندوں کے پیرو  
 اور وقت پسندی اور خیال آفرینی کو منہ تھامے کمال سمجھتے تھے۔ اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیاں  
 کے ساتھ زبان اور لطف بیان اور صاف گوئی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ رونق اور مہدی  
 و اصف موغلانہ گروہ کے ہنرمند تھے اور چونکہ حضرت عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے  
 والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لئے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی  
 زیادہ ہے اور کلام میں پرگوئی کی وجہ سے صفائی اور روانی کا دریا موہیں مارتا ہوا نظر آتا  
 ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

عشق است دکوں گاہ گہے نالہ سردے  
 کو لطف بیان چہ ند آں طبع روانش  
 باوجود اس کے وہ متاخرین کے خیال بدنام طرز سخن گوئی سے نزع سکے اس دیوان  
 میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے مقبول و معنی کے  
 لحاظ سے دقت پسندی اور خیال آفرینی کا اچھا خاصہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ اس کی جانب وہ  
 خود اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

ز عجز فہم چہ اعجاز ہاست یا راں را  
 کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا  
 اگر جہ آب بود از صفائے گوہر خویش  
 تو نقش سنگ بدایں شعر لیشین مرا

اس شعر کے مصرع ثانی نے شعر میں ایک خاص نشان اور کیفیت پیدا کر دی ہے کہتے ہیں کہ راہ وفا کو میں نے اس طرح طے کیا ہے کہ جب گھر سے دہننے بار کو اور دل بانیں باز کو تھامے ہوئے تھا۔ شعراء کے پاس تمام مصائب دل و جگر پر وارد ہوتے ہیں اور ابھی کی مدد اور طاعت برداشت پر راہ محبت کا طے کرنا موقوف رہتا ہے شاعر انہیں نے اس کو دو امتحان خاص مددگار و معادل کی حیثیت دیدی جو دہننے اور بانیں شاعر کو تھامے ہوئے اس سے راہ محبت طے کر رہے ہیں اس میں لطف یہ ہے کہ جسم انسانی میں دل اور جگر کے مقام کے لحاظ سے یہیں دیسار کے الفاظ بہت موزوں و افح ہوئے ہیں۔ یہ شعر حسن و خیال کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

## و فو گریرہ

مددہ اش یوز میں کردہ ام ہی سیم  
کتنا راز رگ ابرست آستین مرا

## توصیف

نگر بزلت و رخ و قد و آں تنِ نازک  
بہارِ نبل و گل و سرود یا سمن مرا

## جدائی

بعد از ہم مکن از خوشی تن لے یا ر جد  
بودہ آہ جدا از من و بسیار جدا

## اظہار اشتیاق

پر دہ بردار و بسیار حیرن میکندم  
شوق و بدار جد احسرت گفتم جدا  
اں دہلوں اشعار کا تعزل اور لطف زبان بطور خاص قابل ملاحظہ ہے۔

## توحید و تصوف

اے ہر رخت مطلع انوار یقین ہا  
وے سلسلہ زلف تو شیرازہ دیں ہا  
اے آئینہ مجیدہ شوق تو جبین ہا  
وے دیدہ مردم بہت خاک کشیں ہا

## حلیہ و لباس

حضرت کا حلیہ حضرت کے مہر مولوی عبدالرب صاحب مدظلہ سے اس طرح منقول ہے:-  
 رنگ سرخ و سفید۔ جوٹ پہلے۔ پیشانی بلند و بالا، ناک مستوان۔ دھڑکھٹ سے کسی قدر نکلتا ہوا  
 کارہ صغیم، خجف الجشہ۔ گرد و اڑھی۔ شامہ پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے۔ حضرت کے پابانج  
 کے حالات کے متعلق اثنائے طبع دیوان میں مولوی عبدالرب صاحب مدظلہ نے میری استدعا پر  
 جو تحریر روانہ کی تھی۔ اس سے ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر کافی روشنی پڑتی ہے  
 اس لئے اس کا ضروری اقتباس بحسبہ علمحدہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تذکروں  
 میں جو کچھ حالات اور اشعار ملے وہ بھی نقل کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان کے چند  
 انتخابی اشعار کو جو تزیین دیوان کے وقت نظر سے گذرے درج کرتے ہیں ان میں سے  
 بعض اشعار کی بر موقیع ضروری تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اور محاسن اشعار کی جانب  
 بھی کہیں کہیں اشارات کر دئے جائیں گے۔

## منتخب اشعار

زگر کھلے غم نیت جس حسین مرا کہ کشید بر دمسبر آستین مرا  
 بغیر مجھ شوق از ان زریز و سیج ہزار بار فنا نہ اگر حسین مرا  
 ز دست رفتہ دل پارہ پارہ ام بگر بھلقہ طلعہ زلفت نگین نگین مرا  
 چہ گویمت کہ براہ وفا جساں رستم دلم گرفتہ بیسار و جگرہ حسین مرا

### عاشقانہ

بنکرطاف اربویش جان میں بتایا  
نبدل دل سوزے کر دین میکنہ جڑا  
پیش بصیرت سرسبز قنگاہ و آہنیت  
تا بدہ شتاق کردی ہر دل قیاب  
نیا مضمون اور نئی سیجھ ہے نگاہ کا غلق آنکھ سے اور آہ کا دل سے ہے جو کہ دل قیاب  
بدہ شتاق بن گیا ہے اس لئے کہتے ہیں آنکھوں میں نگاہیں نہیں ہیں بلکہ دل قیاب کی  
آہیں ہیں۔ اس طرح درحقیقت نگاہ و آہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔

### عاشقانہ

کہ موج دریا گستاخ نامدم گئے گرداں را  
بسیار کر دم جستجو آن گوہر نایاب را  
سیرم نسا و ترنجے سور دہاں لب تشنگی  
کر لعل جاں بخش کسے خواہم شیدن آب را  
گر صد لامت می کنی اترنا سکا کین نشوی  
برسا رہے آواز مالے جاں مرن ضرب را  
مقل بسک عترت عاجز بشد در جوش عشق  
آرے شے گیر دغاں چوں تدر و سیلاب را  
مذکورۃ الصد تمام استعار طیف و نازک تنابیح سے ملو میں۔ عام طور پر ان کے ہاں  
تشبیہ و استعارہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔

### تصووف

دھنہم چو جب نراونیت مرا  
نفسے نیست کہ ہونیت مرا

### عاشقانہ

یائے آں سرورِ دال چوں بوسم  
لب کام لب جو نیت مرا

### اخلاق

مرصم نیت ز شکر تائے وورت  
کہ شکانے زعد و نیت مرا

### عاشقانہ

موتوی کند خورشید روتش چشم دیدن را  
حدیث ادنا میدہر گہر گوتش شیدن را

## حاشیہ

اے شادی عنائی کجائی خیرت سے      در گریہ زار اندر در تو حزن ہا

نیل تو زخوباں تنیدیم و ندیدیم      بیار بدیدیم و شنیدیم ازیں ہا

حسن سنہ کہ کا زکد از گوش نگیسرد      سرگشتہ بہرے ز گوش آئینس ہا

یہ پوری غزل مرصع لکھی ہے۔ آخری شعر میں ایک بنا مصمون باندھا ہے۔

کہتے ہیں کہ حسن کے کرشمہ ایسے ہیں کہ ”ہنگامہ“ کا کام ”گوش“ سے لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اوصاف کو سن کر بہت سے گوشہ نشین سرگشتہ اور دیوانہ ہو گئے۔ جو مات و کجھ کر پیدا ہونی چاہئے بھی وہ محض سن کر پیدا ہو گئی ”گوش“ اور ”گوشہ“ میں صفت تجنیس بھی ہے۔ گوشہ نشین سے زاہدان خلوت نشین کی طرف اشارہ ہے شعر میں بہت مجاز کے حقیقت کا پہلو غالب ہے۔

## حاشیہ

دا دم دل صد چاک را بے بہرہ اراد رکا      آن گرس بے باک را آن عمرہ مناکا

دراک شادی جاں میں نیکو را در میرا      دار و دست حویتن زان صبح ہم کچکا

مطلب یہ ہے کہ مبرے چاک ہائے گریبان میں خوشی و شادمانی کا سامان پوتیدہ ہے مگر کیا فرحت و مسرت کے دروازے ہیں۔ چنانچہ صبح نے بھی ایسے ہی ایک چاک کو حاصل کر کے مسرت و انبساط کا سامان فراہم کیا ہے پوچھنے کو شعر اچھا کہ گریباں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شبیر ہجران کے مصائب کا خاتمہ صبح نمودار ہونے پر ہوتا ہے۔

## حاشیہ

نازم خدنگ شیخ سوار سمند را      کر سینہ ڈور کر ددل درمند را

تا کا مباحیہ چشم ز برز جمال اداست      سوز و سپند اسک علاج گزند را



کہ یکایک بڑی بھلی چلتی اور تار بجی گور سے اور تکلیف و مصیبت راحت و سرور سے بدل جاتی ہے۔

### عاشقانہ

تغافل بندہ بے قرار ہی کا من تھا کہ گریزاں صبر تا گرد درہ جو رجحان کیش

### اخلاق و تصوف

لگا و رحمت او چارہ درد دلم و اندہ نیم صبح را گفتش چہ حاجت غنچہ پاکش

### عاشقانہ

شرمندہ نیاز کنم نار بار را تا پرستے کند من زار و زار را

### بے ثباتی دنیا

دائم سایہ پایہ ایں زندگی لود ایں سقف بے تنوں نہ سزا اعتبارا

### عاشقانہ

در سوئے عشق بسکہ لود ز مدگی دل ذاس جدا مسا زوے ایں شرار را

رلف درویش بیکر دل زندا ہب بردار کا فر زلف بشو جز خوش ایماں مطلب

رلف کو زندا ہب سے اور خسار کو ایماں سے تشبیہ دی ہے۔ رلف کا لازمہ پریشانی ہے

اسی طرح زندا ہب کی کثرت اور فقر و بندیاں انسان کے یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ اس لئے

شاعر اس مایہ پریشانی و اقساق کو جھوٹ کر حصول ایمان کی جانب متوجہ ہونے کا مستورہ دیتا ہے

سویح مضمون کو "کا فر زلف بشو" اور "خوش ایماں مطلب" جیسے مختصر جملوں میں ادا

لیا ہے۔

### عاشقانہ

در میاں نیت کنوں چوں سخن یوں کنار دل خواہ از من با کام و در گھاں مطلب

میں بیدار رہا تاکہ نیام نہ گم چاکے  
چہ لذت می دہد شوقی تر کاش صلیدن  
حجاب جلوہ جانان زلزل سو دہ بکاست  
زبس فریاد میرم از دل بے دعا دارم  
اسیرانہ فدا کیج کہ در بند آزادی  
کہ دار و درگرہ چلے دوش رہیدن

تو انعم حق پر گردن کھوں دامان صد حسرت  
کہ خرم کردہ ام رہیں بلغ کلمائے نچیدن را  
خیال بندانہ شعر ہے۔ ایک سلیبی مضمون کو انباتی حیثیت سے پیش کیا ہے۔  
عاشقانہ

برقع کے ندبہ مد و آفتاب را  
مست نظارہ توئے نور می کشد  
بالکل نئی تشبیہ ہے۔ فراتے ہیں کہ تجھ کو نظارہ کرے والا گویا تیرا لبور لی کر مست ہو گیا ہے  
وہ اس خوش صیغہ شخص کی مانند ہے جس نے آفتاب کو مدح بنا لیا ہو۔ آفتاب کو پیار سے  
تشبیہ دجاتی ہے معشوق کا چہرہ بھی مثل آفتاب ہوتا ہے اس کا نظارہ کرنا گویا آفتاب کو فوج  
بنانا اور شراب زور پینا ہے۔ تشبیہ و تنبیہ نے اس شعر میں خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔

### تصوف

نزار نور تو بنیم چو شد سیکار چشم من  
ز پیش روی من اس پر دہا سوائے بکشا  
رسودات جہاں شد نار بر مردم سزگرم  
بکس یک جلوہ تو بخنی و بخت دیدہ را بکشا  
اس شعر کو الفاظ مناسب کے اجتماع نے اعلیٰ مراتب بلاغت پر پہنچا دیا ہے مضمون کے  
لحاظ سے بھی شعروادرا نکار میں شمار کرے کے قابل ہے۔ اس میں قدرت کی اس قباخی  
کی طرف اشارہ ہے جس کی طلب میں لہیں اذفات سارا جہاں انساں پر تیرہ و تار پہنچا

بھائے محو بگمان کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے پرندہ کے پاؤں میں جب لایمی ڈوری باندھی جاتی ہے تو وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آزاد ہے اور اڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بدلتور گرفتار ہے یہی حالت دل کی بھی ہے۔

### عاشقانہ

رد پوش منو بار کہ در خوابِ خیالت      صد بار پدیدیم در تراسِ خیریت  
بیچارہ من چیم ترحم چہ نواں کرد      بستند مرا بر تو جو مردم چہ نواں کرد  
از گریہ مرا حارہ ساندہ فراق      بے مہر بود علوہ نجسم چہ نواں کرد  
اس ستر میں افکوں کو اجم سے اور معنوں کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح آفتاب  
جب جاتا ہے تو تارے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح تیرے فراق میں بلا قصد و ارادہ  
میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

### عاشقانہ

خدا بخش ل تا بلیم آمد و برگشت      نے صبر نہ یا را حکم چہ نواں کرد  
نیر از انصاف جو شد یا رستگار      خاموش نشینم نظم چہ نواں کرد  
جوراست و جفا شیوہ خواباں دل آزار      با طبع جہل بد بچم چہ نواں کرد  
آمد کہ برد دل ز ادب میج نہ گفتیم      دستے کہ بدلت دستکش میں دہر بند  
نہایت لطیف پیرایہ بیان ہے مضمون یہ ہے کہ وہ جیل لینے کے لئے آیا تو  
میں بوجہ ادب کچھ کہہ نہ سکا جو ہاتھ دل کو تھامے ہوئے تھا۔ اس نے میرے منہ کو  
بند کر دیا۔ اضطراب اور مجھوری کی کیفیت کو اس سے بہتر طریقہ پر نہیں بیان کیا جاسکتا  
ماشد بدم آتچہ مرا و در زبان آست      در شکل زباں لخت دل من میں  
زبان اور دل کی موافقت کی یہ ایک بہترین تشبیہ ہے

## عاشقانہ

نہ تباہی بدل دارم نہ رلیہ نیونِ مشب کہ رلف در مش اندوہ من برہم زلِ مشب  
 کجا گنجِ زیباری بد امانِ سحر آہنر گلِ عیش و سرور من کہ خرمِ خرمِ مشب  
 گرفت ارم کنارِ بحرِ خولی تشنمی لوم مقرر بود گئی ارپئے بوس و کنارِ مشب  
 چہ خوش خواہیکہ بخت من بہ بیداری ہی بیند کہ صیادِ دلِ عالم مرا باشد نسکارِ مشب

## اخلاق

کن دورِ گردِ حرصِ چو بانیِ صاِطلب گری کشی چراغِ دلِ خود ہوا طلب  
 بہت اچھی تہیہ نہ منسل ہے۔ فرماتے ہیں اگر دل کی صغائی حاصل کرنی ہو تو حرص کے  
 گرد و غبار کو دور کر دو اور اگر مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے دل کے چراغ کو بجھا دینا ہی  
 چاہتے ہو تو حرص دہوا کی پیردی کرو اس کے باعث چراغِ دل خود بخود بجھ جائے گا  
 ہوا کا لفظ ذمعی استعمال کیا ہے ہوا کا چراغ کو بجھا دینا بدیہی الثبوت ہے۔

## اظہارِ مصیبت

رہنما و بارِ بلا اسخوای تنکن زہارِ شرحِ آں زمینِ میلِ طلب

## تصوف

دنیا و آخرت طلبِ عامِ مردمِ آں بیگانہ شہورِ خلق و مراد سے جدا طلب

## عاشقانہ

عہدِ ہائے تو یاد باد ترا آنچہ تو گفتہ مرا یاد است  
 بندِ زلفش دراز دید و بخود دل گماں می برد کہ آزاد است  
 یہ دونوں شعر پہلِ منتع ہیں۔ موزن الذکر شعر میں ایک وسیع مضمون کو چند مختصر  
 الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دل نے اس کی زلف کی بندہ بنوں کو دور ازیدہ کر

سرحدے زینج و تانبے لقا و نغہ دل      بیاں چنیداں پریشان کہ مطلب زبان گم شد  
 مطلب یہ ہے کہ دل سے اس کی زلف کبے چ زباب کی کشمکش کرنی چاہی  
 لیکن اس کا بیان اس قدر پریشان ہو گیا کہ مطلب ہی درمیان سے گم ہو گیا۔ اس  
 شعر کو حقیقت اور ظاہر دونوں پر محمول کیا جاسکتا ہے  
 بیاں شمع روشن جان من باتند زبان من      زبان من اگر گم شد لہیں اندید جان گم شد  
 زمین باقی ہیں بود و گش را میجو کر دم      کف خاک رنیاں گم شد استخوان گم شد  
 بے رنگ طامت از سبک مغزاں ہی باشد      نخل لودگر مارا دریں بار گراں گم شد  
 یعنی کم سمجھ لوگ موقع و محل کو نہیں دیکھتے۔ طامت شروع کرتے ہیں ایسے وقت  
 بردبار سے بردبار اشخاص بھی اپنے محل کو مانگھ سے کھو بیٹھتے ہیں بغزل نظیری کا  
 مشہور غزل برکھی ہے۔ اس میں ایسے اشعار کا نکالنا ایک نچمٹے مشق اور لطیف الطبع  
 شاعری کا کام ہے۔

مراد دل اغیستہ پروانہ داوند	ز سوزا و ترا پروانہ داوند
دوائے درد میں غربت خدا آخر	کہ رحمت بیش ازین بخاند داوند
شد کوتاہ و عمر آمد بیایاں	بیا دما بعبے فسانہ داوند
بخت حس آب و دانہ داوند	قریب سے دل فرزا داوند
پیہمی پیری ز حال عافیت	دل و جان در مریش مرثداوند
دل کنشی بحر آشنائی	کہ سسکاں در کفہ بیکانہ داوند
ز حق مہر تان خواہم کہ از دل	مرا ہم کعبہ ہم بیت خانہ داوند
قرعہ فال من کنوں وہ چہ فلک بکام	ناز کن بیا بگو یا کہ شہدی تو نام زد
شکر گزار سامعین شہد بکام	حرفہ خامشی لببت با ہمہ لکلام زد
مہر سپہر بے ثبات آئینہ دار آفتاب	صبح اگر نواختا در بر حاک شہر زد

## عاشقانہ

میں تو آنسان کو دلِ صدا چاک را زان گمہ گزشتہ و سورن ز نثر گاہ میسر  
نہایت بدستِ تشبیہ ہے اور بھر مغنا واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

## تصوف و اخلاق

کشتی امید را صد رخنہ بہمست و باز بر کسایں بحرِ عصیاں می سید  
کہتے ہیں کہ امید کی کشتی میں اگرچہ خوف سے کئی رخنہ پڑ گئے ہیں لیکن گناہوں کا دریا  
اس کو غرق نہ کرے یہ بھیجی ہی دیتا ہے۔

## عاشقانہ

گرمی ہنگامہ پروانہ یک سر زخند تا کجاہ شوق مارا شمعِ محفلِ کردہ  
ساکاں را مایہ آرام نہ گزشتگی (قہقہہ) جاوہ دشتِ طلبگی کی کنزِ کردہ اندہ

## عاشقانہ

بانا کہ جاں سوز کو بتیں گزرا قناد چو شمع مرا شعلہ رستی سطر قناد  
در بزمِ چویر جامِ شہراجم نظر افناد چشم تو بیا دآمد شہسوم زمر افناد  
عشق تپیں بہرِ جواں را افناد آتش تیز ست کہ دھنک افناد  
انگریہ در راری نہ رہد ز چھال دوشن کسے کا چہ باز در زلف افناد  
بزآمدہ یک ز رویش راں لب شیریں شوریدہ دل من بامید دگر افناد  
حیرانِ جمال تو ماند کہ در آن لف دل از نظرش یا کہ نظر بشیر افناد

مالاں بنا امید می در بحرِ ادب و شہ  
از صبرِ افراسیہ ہر خند چارہ جہم  
زین گونہ مصیبت چو خانہ زاد شد  
نابصیر سہ اندیشہ تا تو در بزمِ نورم  
در دہلے کد ارم در استاد ایشاد  
بر آتش در و نم حرف تو باد شد

کہتے ہیں کہ بھجن جو کچھ مجھ پر گزری اس کو کیوں کر بیان کر سکتا ہوں جب کہ مجھے ابک لمحہ بھی اس کی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنی حالت پر غور کرنا اور اس کو سمجھ سکتا۔ اس وسیع مضمون کو بند ہم خوش ہو دو محض لفظوں میں ادا کیا ہے۔

عین انہیں زرد سے تو مارا نعیش  
 تاکے بسرِ یریم با میدانِ یریم خویش  
 اس شعر میں مجاز سے زیادہ حقیقت کا پہلو غالب ہے۔ کہتے ہیں۔ تو نے اپنے رُحِ تاباں کا حلوہ دکھا کر ہم کو عین الیقین کے زہر پر ابھی تک نہیں پہنچا یا ہے آخر کب تک ہم اس امید و یم کی حالت میں بسر کریں۔ اب ان خوف ورجا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ لیکن سالک اس حالت پر قانع اور اس مقام پر بٹھیرے رہنا نہیں چاہتا بلکہ جس انہیں کے درجہ پر پہنچا اور کو کشف الخطا لہذا از دوا و یقینا کی کیفیت حاصل کرنے کے لئے چھین رہتا ہے۔

اے عشق دیدہ کہ جہاں فی نمودہ ام

جہاں تندرستی فکرِ سقیم خویش

تہ زلفش کہ ہر دم با چشمِ حلوہ اندوش  
 لبِ یلین کہ خطِ سبز دار و مشکِ آلودش  
 بدل گرد غمِ دوراں بلائے لودائے سانی  
 رخسارِ سادگی سوزِ دل و جانِ امیدم  
 تا بگریم آہِ حسہ آرزوہ ایم  
 تا بردہ را قبا بربخِ آتشِ بودیم

داریم چشمِ عفو خطائے جو رقتہ است  
 با خود تہ بودہ ایم اگر با تو بودہ ایم  
 مازم نہ متعجبِ حوشت کہ اندر ہوائے عشق  
 بردار ہا سوئے تو بے بال و برکت  
 تلمکے در آرزوئے تو یک دم نظرِ کم  
 بجز ارتما بروئے تو یک دم نظرِ کم  
 ار سوزِ دل جو قصہ شوقِ تو سرِ کم  
 در خامہ حائے حوت سرِ شکرِ کم

ایک صبا چراہ سرد از تو کھائیے نہ کرے  
آتش باز در دلم آہ ازیں بیایم  
لے کیا من نامزد گشتی بعام ہر شدار  
تا نکو دی درجہاں بد نام و سوائے گر  
چوں نمودا بجام کا عشق یا رسنگدل  
من کے بے صبر و دل ہم ناشکیبا سے دگر  
گل بجائے خار و ٹیل دارا شد و جیں  
رفت او بہر ناشا شد تا شاہ سے دگر  
راہ او مشکل گزار و من ہیں سرگرم ترقی  
یا نہا دم رفت طاقت چوں نہم پیا دگر  
یارب ترجمے بدل سحت یا رخص  
یا صبر وافر سے من بھیرا رخص  
دردنی غصہ صاف طرب پر جیدیا  
ساقی تو دست بست مرا خوشگوار بخش

یہ اشعار عجائبات اور لطیف زبان کے خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں  
ارپائے فکرت مرا سوز رفت  
بے سائبہ خدا یا شود سرد و دانش  
معراج من بل شدہ لے چرخ ہمت  
رقم اگر اندیا سے بغیم تر دانش  
نہایب یمنع شعر کہا ہے۔ شاعر آسمان کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے لئے بھی معراج  
کافی ہے کہ میں اس کی محبت کی راہ میں اس طرح لڑا کھڑا کر گردں کہ میرا ذکر اس کی  
رمان پرا جائے۔

چرخ کا لفظ اور راز یا اتنا دں اور برماں اتنا دں کا تقابل اور اس معراج  
کے مضمرن کا استنباط نزاکت خیال اور بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔

زخم جو کند شکوہ لب تنگی از تو  
از تیر دگر باز نواں بست و دانش  
یہ شہجہی تعزل کا بہترین نمونہ ہے کہنے میں کہ اگر میرا زخم تجھ سے لب تنگی کی شکایت  
کرے تو اس کا علاج بہت آسان ہے۔ ایک تیر اور لٹکا کر اس کا منہ بند کرنے  
ساعر نے مشق و ستم میں مشق کی کوتاہ دستی اور اپنے حلیں لذت آزار ہونے  
کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

L456

آخر یہ گویت کہ چو برن رود تیسر  
ہرگز نکستہ ام چو در ہم ندیم خوش



امید استوار من و عہد است او  
خود گداز شد سرا سر داری من

امید داری

در عرض آرزو نہ کنم عشق کو تہی  
باشد شود قبول یکے از ہزار من

آرزو گوش دل جاں نسر تر من  
کز بجو عسیر عشق تو خیر دگر من

تہات و استقلال

با این ہمد و الفتگی از جاعے ز فتم  
رگوئی کہ مقام ست بہرزل سفر من

محبت کی عالمگیری

مہراز دل اور فت و گرت ست بلام  
ارنگ در آئینہ میا بد شر من

نا کامی

اریم گاہ ہے نکندادی گرہ دل  
بر بستہ تشد آروے این قدر من

تحیل

عرے ست عم سر کہ گرت ست بر غوثی  
باشد بگریبان خیال تو سر من

تاثیر عشق

عشقش چہ از دادہ زبان و سخم را  
آں شکل من باشد و این شد شر من

نگر کہ رخ خوب تو دیدن توانم  
چوں دست ز یام بفتا غنظ من

ہرگز نہ رسد با ہمہ جد یکے کہ نمودم  
بر پائے چو جسم تو رخ ہیچوز من

دائیم بہ تماشائے گلستان طلیات  
ار داغ جفاے تو دل دیدہ و رن

سگر گزہ دور ننگ شہیدہ مازم  
آغا رسے و انجام مد ارد و سمن

ماسد چراغیکہ بسوزند ز آیش  
سمع رہو شوق تو بود چشم تر من

در منزل دہوانگی و شہت خود ہم  
جر من نبود میسج کسے را ہیر من





جز اترتا بندہ بھگم کہ نہاید  
یک رنگی آئینہ ز شام و سحر من  
از جز یہ خاک رہ الفت یہ گویم  
پس تر لفتد ہر قدم بیشتر من  
گر شتم آخر تکند سخت و نازش  
در دست نکست بہمانا ظفر من  
یہ سجدہ بود عشق رہ قطع تعلق  
کو را ہرنے تا بنود را ہر من  
گرہ بار لعل او چوں رستہ چاں مہلوکوں  
بدل جمعی خیالات پریشاں میتواں کردن  
مطلب یہ ہے کہ اس کی زلف سے وہی نعلی ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہے اگرچہ  
یہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں لیکن انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ کبھی  
کی حالت میں بھی پریشاں خیالی سے باز نہیں رہتا۔ اور اس کو جبین سے بیٹھنے میں مزا  
ہیں آتا۔

حسوں بند نقاب یا رخداں منواریں  
حیدر ہا و از یک چاک گریاں منواریں کردن  
یعنی بند نقاب یا رک گرہ اگر کھل سکتی ہے تو دست جنوں ہی سے کھل سکتی ہے  
اور اس کو اس کے خداں ہونے سے بھی کہتا ہے۔ کیوں کہ مجنوں کو دیکھ کر ہنسی اڑائی  
جانی ہے کہتے ہیں کہ ابک چاک گر بیاں سے خود دست جنوں کا رہیں مت ہے۔ کیسے  
کیسے موحاف حاصل ہوے۔ اور کتنے خوشی و مسرت کے دروازے کھل گئے ہیں۔  
نظر زنجیر دل۔ در گوشہ چشم تو زندہ نشں  
اریں یہ بے سرو پا را چہاں منواریں کردن  
دل جیسے بے سرو پا مجنوں و لاعقل کے لئے اس سے بہتر اور ساماں کیا کہا  
جا سکتا ہے کہ تیری نظر کو اس کی زنجیر اور نیرے گوشہ چشم کو اس کا قید خانہ بنایا جائے۔  
بباغ سینہ پر داغ چشم خونخشاں ریزد  
شہر رہائے کداز شبنم بہتاں میتواں کردن  
تشبیہ کے لحاظ سے نہایت مدح شعر کہا ہے۔ سینہ پر داغ کو باغ سے آنکھ  
کی خونخشاں کو شبنم سے۔ اور شبنم کو تراروں سے تشبیہ دے کر یہ مضمون پیدا کیا ہے  
کہ جو کاشم شبنم کے شہر راہ سے باغ میں کرتے ہیں یعنی رنگ۔ رنگ کے بھول کہلاتے ہیں۔

سبھی ہیں یزیم من غش کراں دا سے جلتا ہے  
 برور حشر بہت گرم ہو رہے خورشید  
 لے عیاقتہ سے ساتی کے پاؤں ساعر کو  
 کہ جاں و دل ہمارے دونوں آب کھجوریں تھیر  
 انہی کی مہربانی ہے جو ہم بدیت و پائیدار  
 عشت تم دستگیر طائر رنگ جنا پھیرے  
 کہ ہم بھی بھجیں کچھ پیغام گریک صبا پھیرے  
 گئے جیل ابتدا میں کچھ نو پیرے اتھا پھیرے  
 آتش آفس کے لئے جوتی ہے روشن دیکھئے  
 طوق میرا تھادو دنیا کی گردن دیکھئے  
 نہ عا سکے ہیں ساتھ اس کے۔ ان کو روک سکتے ہیں  
 دل غنیم ہمارا بھی کر دیا مال احباں ہے  
 اسی حواہش میں اے گل و مسدم جو عیش میں تھے  
 طریق عشق کے بسا لگوں میں نے دیکھا ہے  
 چہرہ باباں کو اس کے سے روشن دیکھئے  
 محبت سے ٹوٹ کے میں ہوں نمرے تمن دیکھئے

اخیر میں اس نے دوست مولوی عمر الیاس صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہوں۔ جن کے  
 اہتمام اور نگرانی میں یہ دواں طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب  
 موصوف نے مجھ کو ممنون فرمایا اور کامیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

عثمان پورہ حیدر آباد  
 محمد علی لکھنؤ  
 ۶ نومبر ۱۳۵۹ھ

از گریہ خاک بر سر آیں ابرو کنی خوش باشد آبِ تازہ رواں گرجو کنی  
 مکنشائے دیدہ جز بہ ریخ دوست ز بہار ایسا چاک را بسوزنِ شرکاں رفو کنی  
 ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں بلکہ اردو میں  
 ان کی طرز سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدہ اندازہ  
 ہو سکے ۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں پڑا  
 دل جا چکا تو سرش آہ و فغاں ہی  
 کبیا فائدہ میری جسو کا  
 مجلس میں دلیل ہم نہ ہوتے  
 سنا نہیں میری بیسُنوں کیوں  
 دوری اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں  
 دل اگر سرد ہوا دُاع کے مرجھانے سے  
 قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ  
 تو ذکرِ عہد کبھی تم نہ پشیمان ہوئے  
 کیا کہوں کس سے کہوں کوں پرستانے عشق  
 کیا شوقِ بوسہ لبِ ساتی ہے دیکھئے  
 طاہر ہوئی کشت نہ ناباں ہوا ہے زخم  
 غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں  
 غم تیرا تیرے آنے سے دل سے کل گیا  
 آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گزر  
 ہوئے شوق میں ٹوٹی ہے حسرتِ پروار  
 مشتبہ عیارِ بیا پس کا رواں پرواب  
 آتشِ فوجھ گئی یہ بھگتا دیوں پرواب  
 کھو یا میں گیا ہوں اس کو پا کر  
 دیتے نہ اٹھا حوتم بھٹا کر  
 جو جا ہے سو تو مجھے کہا کر  
 آئینہ ہے کہ ترا محو تماشا میں ہوں  
 عشق کہنا ہے نہ کھا غمِ حینِ آرا میں ہوں  
 گل ہے سودا ترا اور طبلِ گو یا میں ہوں  
 سر سے لے تا بقدمِ شہبِ نقاضا میں ہوں  
 نغمہ میں ہوں بھی اگر حان کہ تہا میں ہوں  
 کب مثلِ جامِ بادہ مرے لب پر جاں نہیں  
 غمزہ نہیں ہے بترو ابرو کس نہیں  
 دلِ جسم میں نہیں ہے مرے دل میں جا نہیں  
 سچ کہتے ہیں کہ عینِ دغونی جاؤا نہیں  
 کہتا ہے دردِ دور کہ خالی مکان نہیں  
 حوید ہوں تین نفس میں تیرا کیا کروں پر کر

اور گھر کی کئی چھو کر ماں پھو کرے سب اسی وظیفہ میں یرورس باتے تھے۔ ٹرے دیکھو میں موٹے چاول کا حنکہ دالچہ اور ایک ترکاری سالن پکتا تھا عرصہ تک بھی نہیں یرورس باتے تھے باہر مہینہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکالوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موٹر خانہ (سرون دروارہ جادو گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کلاہی ست خرید لیا تھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زائد نہ تھے۔ سات آٹھ ماہ جامہ کرتے۔ میں جا کر شہر و انیاں سفید جس کو "اتھری" کہتے تھے اور چھواری کے مں جا رہا تھ تین جاں موٹے ملل کے حملے تھے۔ بریلی کا صرافیک چڑھا دیں حوناغا باقی خیریت۔ کھیرل کے مکالوں میں عمر گزادی۔ ۲۲ گھنٹہ منظر بخ کا تختہ بچھا رہنا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل باری جلی رہتی تھی سید ابراہیم صاحب عفو کے والد سیر ایک ایک مہینہ منظر بخ کھیلے کے لئے مہماں رہے تھے نواب اسد علی خاں معروف یہ اسد مہاں صاحب دو دو ہفتے محبت میں رہنے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اسد صاحب امیر اور عاس علی خاں صاحب بھی اکثر ترکیب منظر بخ رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آگے کہتا کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا تو سومو بار منظر بخ کے تختہ پر لٹ جاکر کہتے رہے کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا، بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا کوئی کہتا کہ حضرت "کھانسی چین بے ہیں دینی تو حکیم صاحب بھی دلاتے چلے جاتے۔ کہ "کھانسی چین بے نہیں دیتی" پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کیونڈر تھا دو اینا دینا۔ ایسی حالت میں بچا سوں سینے قاروروں کے دیکھتے اور بعض بھی دیکھتے مگر منظر تختہ پر رہتی دو اکھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر ہدف ہو۔

مرزا سالک کے پاس کبھی متاعہ ہوتا۔ کبھی مٹی راجہ کے منہ زند کے پاس تو منظر بخ سے مایع ہو کر عمل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو ترین رقم خاں مدراسی کے شاگرد بنے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

# حضرت عشق کی زندگی

## کے

## کچھ حالات

راقم الحضور نے وقتِ ترم دلوں مولوی عبد الرزاق صاحب مدظلہ  
میں حضرت مریم سے ایسے ایک جاگتی حطیں درجاست کی تھی کہ وہ  
حضرت عشق کے تمام دید حالات سے مطلع مسرائش تاکراں کو دیا میں  
درج کر دیا جائے۔ صاحبِ مریم نے اس کے جواب میں جو حالات  
تحریر کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشق کے یا یاں عسر کے حالات کی ایک  
بے نقاب تصویر ہے اس لیے مجھے اس کو درج دینا کیا جا ہے غالباً اس کا  
مطلوعہ ما طرس دیواں کے لئے حالی اور جیسی ہو گا۔

جند روز پہلے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے ناتا جمل الجملہ تاواہ کے کچھ حالات  
لکھ لکھیں۔ خط و کچھ کرس سو بخار ہا کہ کیا لکھوں۔ اس کی طلب کے وقت میں طفل چہار روزہ  
تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی  
پر بیٹھتے تھے۔ تالین نہطری نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آتا۔ کھانا اچھا کھانا چاہتے  
تھے۔ اچھا کھانا کبھی میسر نہ آیا۔ طبیب حادق تھے۔ ہاتھ میں نہٹا تھی۔ لوگ متعقد تھے۔ میٹھے  
حلوسے نور وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار  
اور متا ز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیش میں جاتا تھا۔ میٹھے کھاتے تھے۔ اور انہی  
گو داوسینہ پر سوتے تھے۔ یورنی نار برداری ہماری ہوتی تھی۔ یہ بھی کٹر  
تھے مگر انصافیت اور نوعیت ہم کو حامل تھی۔ مار <sup>۱۲۴</sup> روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔ . . .



تہا بتستی بخش طبع سے صاف کر لیتے تھے میں اکثر دیکھتا تھا کہ مصر کی مبلوعد ضائی  
 کتابوں کا اکثر و بیشتر مطالعہ کرنے تھے عرض ٹری جامعیت کے نزرگ تھے  
 حضرت مرحوم علاوہ انتہا درجہ کے سخی ہوئے کے صبر و رضا و تسلیم کے صفات سے  
 مصنف تھے اور تکلف کی برداشت کا پورا مادہ اس میں تھا۔ پیٹھ میں راج پھوڑا  
 ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر بی صاحب کے دوا خانہ کو مدح کرانے کے لئے گئے۔ من بھی ساتھ  
 تھا کلوروفارم لیے سے انکار کیا ڈاکٹر نے اب کلدار و رہید کے برابر دوسکات  
 آڑے اور کھڑے دے۔ کئی طے مادہ خارج ہوا اب تک نہ کی۔ پسینہ کے  
 دھار جاری تھے

حقیقۃ المرام فی تذکرۃ العلما الاعلام مصنفہ

مولوی مہدی و اس صف ۲۷۹ ہجری

مطبع منظر العجائب اس

صفحہ (۲۰)۔

مولوی عبدالباقی ابن شیخ محمد علی  
 مؤلف الحقیقۃ شاکلی لہ قمارۃ فی

ادب و احترام کرتے خود ہر دوسرے چوتھے روز گھر پر آکر اصلاح دیتے۔ فلسفہ کے میسوں ریم شق میں سیاہ و سرخ ہوتے۔ خطا بھی بہت درست ہو گیا تھا، نانا صاحب کا پھیل کر دیا ہوا برو کا قلم اب تک تبرگامیرے پاس ہے۔ اس اثنا میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور ازبر کراتے تھے۔ مثل کوکب درمی و فیئرہ۔ بشرطیج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی ندادی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہراج سے بیکار و جزیریں کثیر مقدار میں خرید کر لائے۔ دو ہراج خانوں کے دہالک انگریز تھے روہیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب نثار الملک کے پاس قدر و عزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو دیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کا ٹوں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و دلچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فرش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آنا بیٹائی پر بیٹھا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور سالجہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹہ سستا کر چل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی مار چائے بنتی اور حقہ اور میٹھا تو منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ سید صاحب مروج کہتے تھے کہ منطق میں بڑا فضل تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی تعظیم سے شغی نہ ہوتی تو وہ صاحب کے پاس آکر مسائل کو

سئلے۔ علامہ صاحب کا نام تمام مدرس مساجد میں سئلے۔ عمر صاحب علی کرتے رہے۔ اعلیٰ دارالعلوم سے الی اللہ۔ کے پورے پورے محدث تھے فلسفہ و منطق کا بہت سوق تھا۔ اخیر زمانہ میں نویں و دہویں صفا مروج کے تاگر دہی تھے سئلے حضرت کو گھر میں تمام چھوٹے بڑے "صاحب" (مخفف تھا) کے نام سے جلاتے تھے۔

کنم سر رشته امید یا خیاط او حکم  
 را بر دے تو عیاں گشته اوج پایہ تیغ  
 لے زہا بر رخ تو جملہ را  
 جید گل خواہی و ترسم بیلے  
 روزہ ترہ ام مست گر بلطف گوہرم بگر  
 بار کسوت بر تنابدا از یک روحی نم  
 در غم دور از رخ جیدان پیک را گویا  
 در غم آن حال گشتم خالی از رہود در غم  
 متانہ لواسخ غمت ہر دل ننگے  
 کہ سار داین دل نشان داگوئے نیاب  
 رخ تو دور تر آن غلہ زیر سایہ تیغ  
 سقف گل در گل و دیوار گل  
 دست نوس نازک و بر خار گل  
 چو اشک سرمہ زباں در عیار سرمہ میام  
 بس بود ہم چو من تا رض پیرا ہستم  
 کردہ ام ایں چاک از موزن فزکان نو  
 سچہ صدوقہ را اگر دم بکار داند  
 در میکدہ ات تعلق ہر شیشہ برنگے

مذکرہ گلزار اعظم لفظ نواب غلام غوث خان اعظم

مطبوعہ ۱۲۷۲ ہجری ۲۶۲۴

عشق۔ تخلص حکیم عبد الباسط پیر مولوی محمد دامت است در سن یک ہزار  
 و دویست و شصت و بہت ہجری در بہار کس از ننگ ما سے عدم بشارا ہ وجود رسید  
 و کتب عربیہ و فارسیہ بقدر ضرورت ازیدر خود و حاجی زین العابدین کہ خال است  
 و خان عالم خاں بہا و زفا روق بسدر سانیہ اصلاح سخن از نشان دار و دغل و  
 مصیدہ بکمال سرعت می نگار و زمانہ انگریزی و پارزہ فن طب فرنگی از مستعدان  
 اہل لسان آموختہ و بہرہ وافی اندوختہ ہموارہ محالچہ طبعیای می پردازد و از دانش  
 خود درین کار صرف می سازد۔ سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر ہفتہ یک بار  
 بفالب طبع می آرد و امتس "تیسر الانخبار" تہادہ اشتہار می دہد۔ تیس مزاجش در دایمی

العَرَبِيَّةَ وَالْفَارْسِيَّةَ وَالْإِنْجَلِيزِيَّةَ  
لَا يَسِيمَانِي عِلْمُ الطَّبِّ حَذَقُهُ كَامِلَةٌ وَ  
هُوَ نَزِيلٌ مَبْسُورٌ مُضَافَانِي فِي بَعْضِ  
الْأَشْغَالِ لَا زَالَ سَالِمًا  
مَذْكُورُهُ أَشَارَاتُ بِنِيشِ مُؤَلَّفِهِ سِيدِ مَرْحُومَتِي تَخْلُصُ بِنِيشِ

(۱۲۶۵ هـ) مطبوعه اس (صفحه ۱۳۲)

عشق تخلص عبدالباسط خلفا رشید محمد مهدی و اصف است  
جوان مہذب الاخلاق و سنجیدہ وضع و کتب عربیہ و فارسیہ پیش زمین العابدین نامی کہ  
خال اوست خواندہ و اکثر در صحبت خان عالم خان فاروق قیص با برداشتنہ  
اصلاح سخن ہم از وی گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تلاش و بلند جمال است،  
اما از تو غل تحصیل علوم مشق شکر کمتر میدار و از دست

در چمن روزگار چون گل شبنم زده	دیدہ گریبان کشائے پر رخ خداں صبح
دل بردیا رگر بہ واری می رسد	دل زنده است تعزیر واری نمیرسد
طفلان مکتب اند بذر تو شستفل	نوبت بیا و خالق و باری نمیرسد
مے اگر دشمن خسرو باد شد	یا خبر دشمنان چه بد یا شد

”خطاب“ نگار اعظم کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی و اصف کے فرزند  
 دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۳۸ھ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی  
 اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں والد ماجد اور اپنے ماموں  
 حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہا  
 فاروقی حلس سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروقیؒ سے اصلاح سخن بھی لیتے  
 تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت بھی، غزل قصیدہ، مضامین اور  
 برصرت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں  
 آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدان خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔  
 جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی  
 طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگان جلسہ آپ کے کلام  
 فصاحت انجام کی داد دیتے تھے، تحسین و آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے، آپ فی طبابت  
 بونانی و انگریزی میں فدرت کاملہ و مکملہ تاتر رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ  
 کی تھی، زبان انگریزی کو مکمل عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ  
 میں صرف فرمانے تھے، اور آپ تواریخ و واقعات ملت سے زیادہ رغبت رکھتے تھے  
 اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بناؤ علیہ آپ نے ایک اخبار اسمی  
 ”بکیر الاخبار“ جاری کیا تھا۔ بہ اخبار رغبت و اوری تھا۔ ہفتہ میں ایک مارطبع کر کے قسیم  
 فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب قیوم  
 ہوا۔ آپ میر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار الملہام مہر کار عالی نظام کے عہد میں مدراس  
 حیدرآباد و کن شریف لائے صیفہ منصب میں ملازم ہوئے، مدنا لمر صیفہ مذکور میں موجود  
 ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحب اولاد تھے

لے شعراے دکن صفحہ (۹۰۲) نگار اعظم میں تبلا اخبار لکھا ہے

اککار بایں سوزش نالہ عاتقانہ می کشد۔۔۔

گفتم کہ "دل بردے تو ستم" سجدہ گفت  
ایفس نام رکشت آن گوہ خوش سواد  
گر می عشق تو زد و در دل ما شاد آنس  
صد زباں میکند از شعله بر سوز بلند  
خسته عشقم و ہر جا رہ کرے بد شخص  
دست برداشت ز من یو علی بعض مساس  
برزلف تو حال دل شیداکہ کند عس  
بلک رسیدہ ز سودائے ابرو دم مرغ  
بارکسوت برتا بدار شکسک روحی ہم  
می زخم بعد شہادت دم شاہی از خون  
چشم شوخت شد از کنش عشاق طول  
دیدہ بیدار تو از اشک اردشت و تو  
در دلم ابروان تو تیغ دوہ نیام یک  
بر سر راو آں صنم طسرح نار انگم

ایں تازہ شاعریت کہ مضمون است گفت  
کہ حرف حوت سر بہ چشم نچن کشد  
خاتمہ کرد چو آتش کدہ آباد آتش  
از غم سوختگانست بفر باد آتش  
ریخ من گفتہ دگر یک مرض دمد شخص  
طلبن نبض مریم تو کند رد شخص  
گشتگی رفس بلیلی کہ کند عس  
دلیل فوت ضعت است فامت خم تیغ  
بس لود ہم چون سخن نار نفس پیر اہم  
مشہدم راست مسحرہ دماہی از خون  
نشد و سبر بلے مرد سپاہی از خون  
چون قلندر ستر بان بے ماز و بانو  
غزہ بہر دوشیم تو تیغ یک و نیام دو  
سجدہ نقش پاکتم کا رسیکے و کام دو

محبوب الزین تذکرہ شعراء و کتب لوفی عبد الجبار رضا

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ ۱۳۲۹ھ بحری

عشق :- حکیم عبدالباسط عشق مخلص، عبدالباسط مام، حکیم الما ملک ان بہاد



زہل و شرک پر سید شرع و دین مرا  
 طفیل احمد مرل امید بخش بہت  
 کم نہ مسجدہ سحر عقل آفرین مرا  
 و گر نہ بیم چہ کردے دل خربن مرا  
 نفاق پیشہ بدل رہہ ہی پکین مرا  
 نفاق پیشہ بدل رہہ ہی پکین مرا  
 کہ حق فرزدہ از بس علمہا یقین مرا  
 تزلزلے زندہ فکر متین مرا  
 بدیا صفت کہ رحیمی خدا بے ہمتا (قطعاً) شفاۓ مردہ لال زرد و دین مرا  
 دم شہادت عشق تو میزنم ہر دم  
 زبان دوست ندارم ز کفر با طاعت  
 مقربان ترا خاک اہ باشم و بس  
 وجود را نہ شہود تو باز نشناسم  
 ادب چو سہر کہ شد حشیم و درین مرا  
 مرا بخلوت وحدت کمن قرین مرا

بداد دل ز سد گریہ ام اگر اے عشق

کہ تجھ تو بہ گند سبز سر زمین مرا

آپ کے مادات الصالحات سے خیر خواہ قوم جناب ملا عبد القیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب مولوی عید اللہ م وغیرہ ہیں۔ ملا صاحب علیہ السلام میں فوت ہوئے۔ اور عبد السلام محدث بھی فوت ہو گئے۔ مولوی علیہ السلام اللہ تعالیٰ ما دگار بانی ہیں۔ ملا صاحب و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے کر لیا جائے گا۔ آخر عشق، صاحب ترجمہ نے سنہ ۱۲۳۵ ہجری میں اس دار فانی سے بعالم جاوداتی رحلت کی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادر زادہ مولوی عبدالواحد صاحب صاحب نے لکھی۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

حضرت عشق آنکہ بفضلِ نور  
بُوَدگارِ نَمائیہ وَالَاکھِ  
در شبِ بزمِ ربیعِ نخست  
کر در دنیا سُوِ عقیقی سفر  
شکلِ گریبانِ غمیشِ خلقِ را  
ہم دلِ ہم عینہ شد و ہم جگر  
وَاجِدِ ماسالِ و فاشِ نوشت

حادثہ عشقِ جہانِ ہر

۲۰۳۱ م

اشارہ ہی لکھے ہیں جو گلزارِ اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔



بجائے اشک دل آید چشم گریہم  
 بکار خانہ چین و نگارین ہیہات  
 بنا گیسوے جانان من گرہ بندید  
 بدست من چو صدف گوہر مراد آمد  
 ہمیں نہ چین دلارائے او بر دہشتم  
 مباد آب شود سنگ تو از اس ترم  
 بغیر سجدہ شوق از اس بریزد پیچ  
 نہاں ز شرم لہ آسماں ایکش  
 بھر پیرخ ز چشم من چو پروار  
 دلا تو پیشہ بکن صبر و دم فزن ہگز  
 شہید عشق و تابوت من بدو سرک  
 ز مکر و حلیت اومی برم پند بخدا  
 کہ تا نظارہ کنم یا رد لنتین مرا  
 ہیں بہ دیدہ انصاف آن لیں مرا  
 کہ رشتہ نگلد از حے دم پسین مرا  
 گر تہ است عرق شرم یا جبین مرا  
 کہ شہمائے و گرہت نازنین مرا  
 بدل نہفتہ چہ داری شراکین مرا  
 ہزار بار نشاندا اگر جبین مرا  
 نقاب برقدا از رومہ زمین مرا  
 زند بشمع دل زار آستین مرا  
 کہ صلح دیر بود و زود خشم گین مرا  
 زابل عرش کنی گوش آفرین مرا  
 کہ را ہرن بودا یل نفس شومین مرا

منم ز ہرزہ درایان و اسخن سنجے

قرین من نکھی عشق بے قرین مرا

جگر خراش کن جان آہنیں مرا  
 چراغ داغ شب ہجر روشن است بل  
 کہ خامہ از رنگ و بس بود نگین مرا  
 قیلہ آہ بود جان آتشین مرا

لہ اہل سورہ میں یہ اعطایا ہو کر گئے ہیں۔ حالانکہ شورماہ ہوں گے ۱۲۔

خاک کہ بت کف شوخ نازنین مرا  
منم کہ از تلف عقل و دین خود گیم  
امید بست بد امان خود رساند یار  
بمهر داغ رسیده است محضر و رقت  
ز باغ غنچه دل و انگشت جذبه شوق  
اگر چه آب بود از صفائے گوهر خویش  
که بر ز دست بخون من آستین مرا  
ازین چه غم بود آشتی عقل و دین مرا  
فتانده است ز دنیا چو آستین مرا  
که بعد ازین نکستی رود دل خرب مرا  
رسان تو غیرت گل رشک یاسین مرا  
تو نقش سنگ بدامن شعر و لعلش مرا  
چگونه در د خود اے عشق دل تو گوید

اما متیست کہ لب بست از ایں امین مرا

ز چشم بسته دلم دیدم حبسین مرا  
ز بس بشوق کسے میروم ز خود پنهان  
چو دیدم از دلم چشم کم نگاه کسے  
عیال ز جنبه میروم داغ را کہ می بینی  
نه خبر آن کہ بدل خویش کنم گل منم  
سخن بخت مذاق آن و هر میگویم  
چه دور بین کف آمد رشتین مرا  
خبر ز رفتن من نیست هم نشین مرا  
نمید با تو چرا حالت بسین مرا  
نشان سجده بود کوسے حبسین مرا  
نه تاب حرف و سخن خاطر خرب مرا  
ز سر کہ باز ندانند بگسین مرا

کنون من رو کہ نیاز آستین بر افشانی

گذاشت عشق تو بر دیده آستین مرا

ز گرد و کلفت غم نیست چیں حبسین مرا  
که بر کشیده برو صبر آستین مرا

نشستی بنویس چ که زمین مرا  
 بزار نالی او بیکه خنده زن شد  
 سخن بوضیف لبش کیمیت حیرانم  
 زبیکه آب شد از گریش دل پیکان  
 ز خاکساری من سبز سر بلندیها  
 منم که باغ گل داغ مستم بکیر  
 فلک بزیر قدم گرد کستین مرا  
 چه شادیمت بخاطر دل خیزن مرا  
 که روح قدس گمش گشت آنگین مرا  
 گذاشت تیر ستم زخم سبکین مرا  
 نبوده ننگ غبار سے بسر زمین مرا  
 ز خار خار دلم بست خار چین مرا

متره بهم چو زخم می پرد چراغ از چشم

چه نور عشق بود چشم حسن بین مرا

شراب چو فروزد چو منه حسین مرا  
 بطاق ابرو جانان دلم چو دیده شود  
 چه گویمت که براه و فنا چیاں رفتم  
 ننگ تبرس که سوزد نه ماه راجون  
 سوال بوسه از اسل بے بها کردم  
 شنو که درد نگیرد و بگو شش دل شنو  
 پیرس حاصل کد بیتیں ز ناکا ماں  
 عروج طالع و از رون من نزل آمد  
 نگاه دود کند چشم شعله حسین مرا  
 نمود تنکده چین حسرت نم نشین مرا  
 دلم گرفته یسار و جگر بهین مرا  
 شراره که بود آ و آتشین مرا  
 بخنده گفت مگردان سیه نگین مرا  
 فغان سسر دحزین اثر قرین مرا  
 که جوش آبله تر وارد استین مرا  
 بس بزیر زمین سپسرج بهین مرا

چہا خار بہداشت ز گیس مستش      مدام می کشد اکنون شراب کین مرا  
 بنزد قصہ فرہاد خواہ بشیر نیش      کہ گوش کرده بطال این چنین مرا  
 کلاہ مہر و مہ از فرق آسمان افتد      کند نظارہ اگر اوج سرزمین مرا  
 ز دست رفته دل پارہ پارہ ام نگہ      بخلقہ حلقہ زلفت بگین بگین مرا

ز شعر پُر اثرم عشق از تو ہوید اشہ

دُعائے حضرت فاروق برگزین مرا

ز ختم چین بچیں نیست نازین مرا      کہ ناز غنچہ سرچش است گل جبین مرا  
 چو مہر دلغ جو نم ز بس فروزان است      چراغ مطلع صبح است شب نشین مرا  
 چو بارہائے غمت خفہ شہر دل شاہ      کشد چہ فوج ہوا باز سنگ چشین مرا  
 ز عجز فہم چہ اعجاز ہاست یاراں را      کہ بستہ اندلب سحر آفرین مرا  
 دلم ز سادگی جہل خویش پیر کار است      کہ رونقے بنود از ورق نگین مرا  
 کجا چو سرو قدش سرو بوستان بنیم      نظر بلند بود چشم دور بین مرا

جد از حضرت فاروق تا شدم اے عشق

زیاد زلفت سخن خاطر حسرتین مرا

۱۔ خان عالم حال بہادر فاروق، آؤساد صاحب دواں ۱۲۔

۲۔ برگردہ ۱۳۔ سگ ہائے رملد گیر حیدہ کہ صورت قیہما ز مدبر گرد آ بادئی طاہر و جدہ

سخن کستان عتیق رافات ایسہ۔ اس سگ حین ہویت دلا در حصارش (اصلاح)

بگر زلف و سرخ و قد و آس تن نازک  
 ز باں کشایم و بر سامان نهم منت  
 کہ آفرین بجین ست آفرین مرا  
 دماغ فکر بعرض بریں چگونہ رسید  
 نہ بحر شعر بجویند سر زمین مرا  
 نگاہ شوق نہ پا بوس حشر تے باشد  
 گھر بدست بود و عشق خوشه چین مرا

بعد از نیم کن از خوشن لے یار جدا  
 شور شیرینی تو تا زہ کند در عالم  
 پرده بردار و بیا حرف بزن می کشدم  
 می کشد بلبل دل را بتا شائے چین  
 باغ نظارہ من آبلہ پر خار راست  
 ہمیں ترشیم آہ زمین می لرزد  
 یدہ از دیدن او سیر نگر دو ہرگز  
 الہ زار بود باد بہار دیگر  
 ریاب محرم وصل نگشتم یکت بار  
 ال نہ دار و دل من باز برا چکشند  
 بودہ آہ جدا از من دبیا جدا  
 نکلیں چہرہ جدا لعل نکبار جدا  
 شوق دیدار جدا حسرت گفتار جدا  
 سفل زلف جدا آن گل رخسار جدا  
 تا تو اے گل شندی از دیدہ خونیا جدا  
 خرچ زن بر سرین گبد و آہ جدا  
 چون تو اسانصن از حسرت و آہ جدا  
 خار خار دل بلبل شدہ گلزار جدا  
 بار بردل ہنم بہر جہ ہر بار جدا  
 ابروش تیغ جدا زلف بیاض جدا

سر زغم برد و دیوار تری عشق چہ نمود  
 در بہائے تو جدا افتد و دیوار جدا

ملک جیں بند و ہر سجدہ اش سازد      فلک خورد و نہ بین مہرہ زمین مرا  
 نہ بجز شعر ز سوز دلم قنادرش      زمین سوختہ بیند ہر زمین مرا  
 نماندہ جائے سخن بیچ دم مرن عشق

بنا شمی ست سخن حرف آفرین مرا

بیں بہار دل عجز آفرین مرا      گل قنادر گیم سرو شد زمین مرا  
 بدیدہ اش چو قریں کردہ ام ہی نیم      کہ تار از رگبار است آتشین مرا  
 تو بعد گشتن من ہم ز کیں میگذری      زبان تیغ بستم گوید آفرین مرا  
 فلک را حق تاراں ہزار چشم کشود      کہ روستی بکند ماہ سر زمین مرا  
 ہزار فتنہ بیامی شود و میکہ شود      بنجاک من گذرے حشر آفرین مرا  
 آستان تو نامزم کہ روشنی است      نگار خانہ جیں می کند جبین مرا  
 فسوگی میت قیامت دل بستم کش من      نیا ز مند سجدہ کردہ ناز زمین مرا  
 ز ندہ ہر عالم جداست مشرب من      بستے قبول خدا کردہ است دین مرا  
 بنجا کار می من عشق بین و گردش من

کہ آسمانست غبار سے رو زمین مرا

انرچہ طرفہ بود اشک آتشین مرا      کہ دادہ است بخون شستن آتشین مرا  
 بزلغ غولیش بزن قلب آتشین مرا      سوار حلقہ پر و در کن نیگین مرا  
 نہ بیکہ حسرت من داغ یک چین دارد      بہار وقف بود جیبے آستین مرا

منت برم اچھی پیچ نم، نگزاشتی شادی غم  
 لے ساتی دوراں مدد، نوبت یگر دس کس رسد  
 بر دل کدور شد بلا ساتی دوائے من کجا  
 ساتی بزد بندگی غم را چیں یا بندگی  
 گرد بقا و مساز من بر جاں کشد قدر من  
 غارتگر دنیا و دیں آمل ہشتاب زیں  
 از زمرہ حسرت کشاں صید زانہ و نساں  
 از خانہ دل و میدم سستی خس و خاشاک را  
 این خاک بر باد دم غور و آتش کہ آتیاک را  
 باشند مخم ختم جلا، آئینہ اور اک را  
 بے سہ چہ باشند زندگی خواہم خود تیاک را  
 اہی طفل خاک گنبا زمین بر باد کنیں خاک را  
 صد تنہ گرد راہیں، آمل مات چالاک را  
 بینیم خیم غوغاں ہر حلقہ فتراک را

ایدل مرا ہر روز شب، ز ہر رسد زال تنہا

نہو عشق گنم زیں سب ہرگز ندادم پا کا

آزاد می کنی زالم پائے بند را  
 گروا کنی بحر لب نوشند را  
 باکت مباد از گلہ ناپسند را  
 برخند ہائے زخم دل زار و دیت  
 زانساں نہ بیکہ کہ توانی کشا و باز  
 بانالہ در آتش شوق تو جاں دہم  
 از زلف تابدار و نگاہ حیا شعار  
 ظالم! کمش ز گردن عاشق کند را  
 دیگر سفید و سرخ نہ بینیم قند را  
 صد بند می نہی بزباں چوں پسند را  
 در بوستان گذار گل ہرزہ خند را  
 واکن ز پائے بند محبت کند را  
 فرصت یک آن بیش نباشد پسند را  
 زیر و زبر کن ہمہ پست و بلند را

اے ہر رختِ مطلع انوار یقینِ ہا  
 اے آئینہٴ سجدہٴ شوقِ تو جہیں ہا  
 اے شادیِ عشاقِ کجائیِ خبرتِ نیت  
 بہر دلِ وارستہ چہ امیدِ کسادِ است  
 مثلِ تو زخوہاں نشیدیم و ندیدیم  
 ہنم ششم نہ ریزد ز جہیں تو زناکت  
 حسنِ است کہ کارنگہ از گوشنِ گیرد  
 از ابروِ چشمِ تو دلم چوں بہر جان  
 ایدلِ غمِ تنہائیم از نصیتِ بھراں  
 زنِ تہریم بلبِ زخمِ خود ایدل  
 فرصتِ نشدش تا بشود قوتِ روانم  
 اے سلسلہٴ زلفِ تو شیرازہٴ دینِ ہا  
 اے دیدہٴ مردم بہت خاکِ شینِ ہا  
 در گریہ زارند ز دردِ تو حزنِ ہا  
 داری رسنِ زلفِ پئے نینِ کینِ ہا  
 بیار بدیدیم و شنیدیم از بینِ ہا  
 چوں جو ہر آئینہٴ نمایاں شد چہینِ ہا  
 سرگشتہٴ بہر سوئے ز تو گوشہٴ نشینِ ہا  
 ترکانِ کمانِ دار کشا زندگینِ ہا  
 دارم ز محنِ طردہٴ بہر لخطہٴ قرینِ ہا  
 خالی ہمہ خاتم شدہ ز الماسِ نگینِ ہا  
 یا قوتِ لبش منجو رواز بسکہ ہیںِ ہا  
 کلکِ تو بود عشقِ رگِ ابر بہاراں

در شعر چہ سر سبز نمود است زمیں ہا

ہیں گریہ زار و قلی زانِ مرغِ ناکِ را  
 دارم دلِ صد چاکِ ایہ ہرہ از ادراکِ را  
 دیدار دارم آرزوِ بستیِ نظر از چارو  
 در کشتادیِ جا من بگر مرادِ پیرین  
 خونِ دلم ز گم شد و امنِ فلکِ را  
 آن گریںِ بیاکِ آں غمِ سفاکِ را  
 پرخوں کنی تاکہ بگو این چہاے پاکِ را  
 دارد بدستِ خوشتنِ زانِ صبحِ یک چاکِ را



خوش اوداعے میکنم ہر شب ہجرانِ آبِ  
 بنگرِ بطاقِ ابرش جانِ من تیا بیا  
 آئینہ دارِ خاکِ کردی چشمہٴ مہتابِ را  
 پیشِ بصیرتِ سرِ سبزِ قنکارِ واہِ نیت  
 زہا دورِ ندانِ قیامتِ شرابِ بخودی  
 از چشمِ کمِ بندِ چرا صیدِ دلِ نکارِ ما  
 سیرِ لبِ بائے سخنِ شہلِ شوخِ نازِ نین  
 ایں ہمہ دتِ چرخِ بینِ زردِ حقِ میزد  
 حیرتِ فردوسیِ میکند تا پیشِ رُکِ دلِ لراں  
 آن شعلہٴ سیرابِ میںِ نیزِ نگِ سازِ عالمِ است  
 قیضے زِ صحبتِ بردہ ام را لعلِ تینِ پیوہم

در کشتیِ دلِ عشقِ چوں با خطرِ گمئی گشتم

من ساحلِ امنِ و آمانِ استام غوا بیا

زلفِ سیاهش می برد از دلِ قرارِ توبِ ا  
 آرزوہٴ تو انمِ کنم چو خطِ طرا حبابِ ا  
 گہ موجِ دیا گشتہ ام ماندم گہ گرا بیا  
 سیرم سازد و شربتِ سوزِ دہا کلبگی  
 دامنِ نگرِ منجور از چشمِ زباید خوابِ را  
 کرنے نہ باشند میکشتم از چشمِ دلِ غمنا بیا  
 بیار کردم جستجو آن گوہرِ نایابِ ا  
 کہ بعلِ جانِ بخشِ کنخامِ ہم کشیدن آبِ را

غم راندائے کشتہ شوق تو دیدہ ام      قربان شدت عید بجان گو سپند را  
 در جوئے شیر خون دلم آب میدهم      شیریں بکام من چکینی ز ہر خند را  
 دانی کہ عشق را بدل است آرزو ہزار

تا چند بر تو عرضہ دہم شوق چہند را

ناصح روادار بر ندان گزند را      ضائع ساز مغیبت سودمند را  
 دل دیدہ است از دہشت نقش نیستی      انسجیات جاں چکینی ز شغند را  
 چہاں قبا بان تن ہر نگ جاں کن      بر ما چہ تنگ ساختہ جان نژند را  
 صفر افزودہ ایمند اری بکام ما      زان غنچہ دوہن چہ نارنج و قند را  
 حیرتم از چہ غنچہ ہا مان گلغدار      از خند ہائے گل نگر قند پند را

تقریر عشق از لب خاموش خوشتر است

بر کش غماں کہ تند برانی سمند را

نازم خدنگ شوخ سوا پسند را      کز سینہ دور کرد دل در پسند را  
 در فکر من مباش کہ جان است نگلد      باناز تو نیاز من مستمند را  
 تا کامیاب چشم ز برق جمال اوست      سوز پسند اشک علاج گزند را  
 توصیف سر و قدر تو لے یار چوں کنم      بنود مجال سایہ چو فکر بلند را  
 یارب چہ حیرت است کہ تا دیدہ ام ترا      ماندگو بحشیم ترم خار پسند را  
 بیزار عالی زمن از عشق تو شدہ است      باشد کنی پسند من نا پسند را

کے زبید ادلب خاموش  
 چارہ چاک جگر تنگ دلی  
 خوں دریں بزم چو ساغر مخورم  
 برگ گل از چین رنگ کہ ام  
 در غبار دلش ام تخیم امید  
 چه کند با تو چو آتش خوئے  
 مطلب خویش بخود میگویم  
 از فغاں پاره گلو نیست مرا  
 غنچه ساقی فکر و نیست مرا  
 چشم بردست سبوت نیست مرا  
 ہم زبالی کہ زبوت نیست مرا  
 ریشہ در خاک فردیت مرا  
 دل کہ از آہن درویت مرا  
 امتیاز من و تو نیست مرا

غل یگردن منم از غلغل خویش  
 در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جزا و نیست مرا  
 ہر چه گویم نکند دلِ بادور  
 سر من زلف تو گوئے چو گان  
 فرستم نیست ز شکرت اید دست  
 چوں کنم طوفِ رخ او من بدار  
 پائے آن سرور داں چوں بوسم  
 بستہ زلف تو ام میدانی  
 نفس نیست کہ ہو نیست مرا  
 اعتمادے چو برو نیست مرا  
 گو گو گو گوئے گلو نیست مرا  
 کہ شکایت ز عدو نیست مرا  
 ز آبرو آبِ وضو نیست مرا  
 لب بکام لب جو نیست مرا  
 پیچ و تابے سرِ مو نیست مرا



بہار گلشنِ اُلفت بود نیز نگ یک رنگی  
کہ بوگر و عشقم از گلِ حنش و زیدین را  
دل مرا کے مکدر میکند آئینہ رخسارے  
جو اصنافِ دامنِ ہما گمن دریدین را  
شدم چوں دیدہ و رہنمائی پریدیل بہر  
کہ چشم کور باید رستے دل ز خلق دیدین را  
براہِ دوستداری بہر کمال کسے باشد  
کہ داند منزلِ اول بہ منزلِ دیدین را  
چرا پاسِ نفس سرور ہوا دار و ترانے عشق

نیز و ایں جنس پا در ہوا تارے تنیدین را

مشو از خانہ در صحرایِ محبت ہار میدین را  
کہ دستِ بشیر باشد بکنجے در خریدین را  
اگر خواہی کنی ممنونِ کفارتِ شنیدین را  
فنا کن خود پند یہا معانی آفریدین را  
منور می کند حورشیدِ روشِ چشم دیدین را  
حدیثِ اذنا یدہ ہر گہر گوشِ شنیدین را  
نہا شد طاقتم دانی چو دست از تو کشیدین را  
نبودہ گر چہ چرخے در میا گفتنِ شنیدین را  
بہارِ غنچہ آئینہ دل گل کرد از دغش  
کہ شدی روزِ من بہم چہا برین شنیدین را  
یہا غنچہ آئینہ دل گل کرد از دغش  
ہو آئیںِ حنین از بس ہمیدانند وزیدین را  
از آں بے کہ گرد دور دہن اں لیکیدین را  
بہر دم آئیںِ شوق تو ایدیل تیز تر باشد  
جنوں دستے عطا کن جیبِ دامنِ دیدین را  
من بستید و پا کے نیام ہم گل چاکے  
چہ لذت میدہد شوخیِ شکرانِ شنیدین را  
دل انگارِ موجِ خارِ بار او ہمی باشد  
بہارِ رفتہ ات ایدیل ز سر گہر دیدین را  
ز دوسوی شود گردیدہ تر آ بسیار تو  
کہ آب گو بہر دل دارم از تر کال شنیدین را  
فریزم آید و خود گرا ز گوئیِ خونی

تاز خون گرمی گرد و ستم  
چہ می کاں بسو نیست مرا  
فارغ از چرخ به غرقابِ غم  
پشت بالی ز کدو نیست مرا  
عشق در پرده جان است نہاں  
شرم زان برہنہ رو نیست مرا  
سخنم عشق بود و سرِ مگو  
کہ زباں برہنہ گو نیست مرا

ندام من ز بس لحظہ توصیف شنیدن  
دل بیکار میخواد رخ خوبے دیدن را  
بروں از حد دل نگذاشتم پاش کشیدن را  
کہ مستحق آسمانہا نہ میخواد در دیدن را  
ز دل بسیار دار چشم شستام طپیدن را  
کہ برقی جلوه اش گرفت بر شکر کاشیدن را  
تغافل گوش بر آواز کم گوئی من باشد  
کہ رنگین لہا دارد بگوش آکوشیدن را  
چشم ز محشر بر گرفت از چشم چکیدن را  
چشم کز گریم فریاد دارد عالے ہر دم  
ز تبسم کم کند زیر و زبر آنرا نمی خواہم  
بطاق ابرو جانان لبتیا چیدن را  
بجائے شیر طبل بود و خو خوار خود ہر دم  
کہ جز تیر جفاے او نمیخواد مکیدن را  
کجا ہم رخ جانانک زنگہ بنص من گویند  
ز چشم من پریدن را ز ابرویم چیدن را  
زیزد آنہ تا از سجہ و لہا مشتاقان  
بہر زلف چو ز تارش بدہ آب پریدن را  
چو فتن در پئے آہو نگاہے بود دشوارم  
بچشم خود سپردم عاقبت کار و دیدن را

۱- بے حجاب و کنارہ روئے - صائب ۵ - ہے نقاب جہاں برہنہ روئی ہاے حمویٰ تو راں بند کا محویٰ ہا -  
(مدراج)

بشوق بام وصل وزدن پرانچنین بید  
 کہ من افشاندہ ام از بالِ خود کو پیرین  
 چہ گنجِ شمارِ مایہا ہر دم را نگاہاں کردم  
 دلِ مسکینِ خود بیکدم ز دستِ غم خریدن  
 تو انم عشقِ پر کردن کنونِ امانِ صد سر  
 کہ خرمن کردہ ام زیں باغِ گلہائے خمیدن

برقع کے ندید مہ و آفتاب را  
 بردارائے نگار ز رویت نقاب را  
 طاقت نہ اند در دل و جاں اضطراب را  
 رجمی بجالا کن و کم کن عتاب را  
 دل زندگانِ خواہش دیدارِ آن نگاہ  
 بدتر ز مرگِ خویش شمارند خواب را  
 از گلشن وصالِ خمیدی اگر گلے  
 رشکِ خزاں شمار بہا رِ شباب را  
 از لعلِ شکرین تو پیرِ شور شد جہاں  
 باقی نہ اند لذتِ مستیِ شراب را  
 جز نقشِ داغ تو نبود سیجِ در دم  
 از لعلِ شکرین تو پیرِ شور شد جہاں  
 آسان مہ انزاکتِ وقتِ پسنداد  
 کردست داغ داغ دلِ نکند یاب را  
 مستِ نظارہ تو مے نور می کشد  
 خوش طالبعی کہ کرد قدرِ آفتاب را  
 از رو و آئینِ ہمتفِ فلکِ مہوخت  
 آتشِ تخرمن است چہاں سحاب را  
 از جوشِ داغِ عشقِ تو رسوا کجا شدم  
 ماند نم ازیں ورقِ انتخاب را  
 وصفِ حضورِ مایہِ رشد و عالم است  
 شغلے دگر مباد جزایش شج و شباب را  
 نوابِ ستاب کہ لائقِ علی بود ۲  
 دیوانِ منتخبِ ہمہ را مے صواب را

ز داغِ خود دلِ دیدارِ لبِ دیده در گردید  
ز چشمِ نیم باز از خواب باز دیدن را  
گرفته رنگ از لفظِ کین صورتِ مگر حکوم  
بروئے صفحہ یعنی ز تو نقشِ کشیدن را  
نکردم شکوہ سنج سامانِ شعر خود هرگز  
که فهم کند خنجر شد زبانِ بریدن را

چه بودے گر ہمیں عشق مرغ نامہ بر بود  
بایں جستی کہ دارد طائر ز نگم پریدن را

بہارِ گفتگوئے او چه رنگیں کر دیدن را  
گلِ سرسبزِ حیرت دیدہ ام گوشتِ شنیدن را  
نمی آرم دہم از دست دامنِ طیدن را  
کہ سامانے ازیں بہتر ندیدم آرمیدن را  
بشوقِ لعلِ جاں بخشِ کئے ز بس سیتیم  
کہا آبِ تشِ ایں میکنم ذوقِ چشیدن را  
چہ غم گر طاقتِ زقا ز نذرِ ناتوانی شد  
دلِ گشتہ دارم براہِ او دیدن را  
بہارِ شوقِ من یارب چہ بزرگ لالِ زار است  
بدلِ صد خار میدارم گلے ز اں حنِ چیدن را  
مئی نازش و مانعش ز رساندِ گنجینِ بہم  
کجا مہلت دہد اورا بجالِ من بیدن را  
حجابِ جلوہ جاناں ز من آسود بجان است  
دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن ندیدن را  
ز بس فریادِ ہر دم از دلِ بے مداد ام  
چہ رنج از من شنیدن را چہ حجتِ نائیدن را  
بھوئے محبتِ جوشِ آنست دیدنی دارد  
دریں داوی بدستِ رم دہا ہو بزمیدن را  
مئی غم در گنجِ جز دلِ تنگِ من سرت  
چہ داند بہر تنگِ ظرفِ خنیں دریا کشیدن را  
ریدن تا بمنزلِ مینواں آہستہ آہستہ  
ندانم تیز ز قارے رو الفتِ بریدن را  
اسیرِ نیتِ پیچ کہہ در بندِ آزادی  
کہ دارد در گره حلقہ داش بر بیدن را



الہی تا بوحسن و محبت در جہاں باقی ۲۱، بروئے شاہ دیو آں ہزراں بابہا بنجا  
 برائے خانہ و سامان آں غلجیں مشوا عشق  
 دہان التجا پیش شہ حاجت رود بنجا

باشد دلم چراغ شب زلف یار را      روشن چہاں ندید کس مہرہ مار را  
 شرمندہ نیاز کنم ناز یار را      تا پر شے کند من زار و زار را  
 از دور آسے زود کہ بر باومی رود      جان ددل حزمیں کہ بداد مہ شمار را  
 بر چشم ماست وقف تماشاے ایں چین      گل چوں مہا کنی شناسیم حنار را  
 دامن بیانیہ پایہ ایں زندگی بود      ایں مستقے بے ستوں نہ سزد اعتبار را  
 در چشم آں کہ یار دریں خانہ می رسد      مرقیم جہلگی ز دل خود غب را  
 دہر بس کہ شکوہ مارا جوابیت      کریم ہم کلام کنوں کو ہمارا  
 در سوز عشق بس کہ بود زندگی دل      ز آتش جدا ساز دے ایں شمار را  
 پیر فلک سزا ست کہ در کجروی خوش      ساز و عصاے عقل اگر پیشکار را  
 نواب مستطاب کہ لائق علی بود ق      دیوان نامدار شہ کامگار را  
 از عقل و عدل در راہ مگر زور د کہ او ۲      صد قنار بہت از روزگار را  
 از لطف جوابگی چہ بعید ست گزواخت  
 ماند عشق بندہ خدمت گزار را

سے یہ عمل ایک تیرہ سے جس پر طوطا مسودہ میل سے کھنکھی گئی تھی اثر کا کل عقل لکھی تھی یہ بھی دتس تیراں ٹیکے کا دھ سے  
 رہ گئے تھے جوڑے رہا کے ۱۳

یاربازیں وزیرِ ازیں شاہِ زوکن (۳) آبا و ملک دہر دل و جانِ خراب را  
لب لبہ پیشِ آں بیتِ نازک مزاجِ عشق

داویم شرح درو و غم بحساب را

بکارم عقدِ کمالِ کشا گویم کرا بکشا  
خطِ شوق مرا نکشودہ دارے یارِ بکشا  
جنونے خوش کن و سرچشمہ ہر وفا بکشا  
ترا از نور تو بنیم چو تند بیکار چشم من  
ز سودایت جہاں شد تار بر دمِ تگر دم  
تغافل بند پائے بیقراری ہائے من تاکے  
نشانِ کافری در گردنم تا نفس باشد  
چو من بیا آں چشم بفر جا رہ گرتا کے  
کنا دل جوں ار می شود در بندِ مقصود  
چو از آوارگی مانع ترا عقل و ادب نیم  
نگاہِ رحمتِ او چارہ درو دلم داند  
مترسارِ منطسی چوں دنگاہِ شاعری دای  
بزریر برین موگر بود چشمِ ہنر بیت ۲  
زبشا و دکن مقبول حق شد ہم وزیر او ۳  
اجابت میکشد منت لب دستِ ما بکشا  
بمحض فضلِ خود ایں عقدِ ما را بکشا  
بہ پیشِ تا صدم سر بہ حرفِ مدعا بکشا  
بزرنگِ صبح چاکِ سینہ تا اوجِ سما بکشا  
ز پیشِ رُوئے من ایں پردہ ہا سوا بکشا  
بکن یک جلوہ شوخی و سخت دید را بکشا  
گزراں مہر تا گردورہ جور و جفا بکشا  
مسلمانِ میثوم اے شیخ زنا را بکشا  
کتابِ طب بگو بکشا و مندرق بکشا  
دعا گوئے محبتِ باشِ فضلِ مدعا بکشا  
نیم دیوانہ چوں گویم کہ زنجیرت پابکشا  
نیم صبح را گفتن چہ حاجتِ غنچہ پابکشا  
قلم بمتاجِ زبانِ فضلِ دل اہلِ سخا بکشا  
بدوئے روشن لائے علی نواب بکشا  
اجابت میکشد منت لب دستِ ما بکشا

کہ ہر سر و چراغاں شکرِ نخلِ امین بہت اشب  
 بہارِ آرزو خندانِ گلِ گلشنِ ست اشب  
 گلِ عیش و سرورِ مین کہ خرمِ خرمِ ست اشب  
 زہرِ شومِ نہایاں نورِ صبحِ روشنِ ست اشب  
 دلِ خبِ گردِ مارِ زلفِ جانِ مسکنِ ست اشب  
 چراغِ مطلبم را تر زبانیِ روغنِ ست اشب  
 کہ با جاناں میرِ نسبتِ جانِ تنِ ست اشب  
 زلیخا با مکیناں سبکِ پیراہنِ ست اشب  
 کہ پیدِ اصبحِ محشرِ زانِ بیاضِ گردِ ست اشب  
 کہ یارِ دوستِ دشمنِ جملہ دشمنِ ست اشب  
 نفسِ شمعِ جاناں غیرِ مادِ دامنِ ست اشب

منش دارم چو مصروفِ نیازِ بے نیازی عشق

بخوابِ نازِ او بیداریم پہلوزنِ ست اشب

از گلِ مقصودِ دستِ دوائے غلیب  
 شد ہوا نو بہارِ آخرِ نوائے غلیب  
 می نماید شاخِ گلِ تاجِ دوائے غلیب  
 تر زبانِ ہر برگِ گلِ میں درِ شاغلیب

چنان از جلوہ شوخی بہشتانِ روشنِ ست اشب  
 بکامِ خود گلِ از شاخِ گلے از بسکہ می پیچیم  
 کجا گنجِ زیباری بدامانِ سحرِ آہنِ ست اشب  
 شبِ عشاق را بنودِ سحرِ آوازِ رُوسے او  
 پریشانِیِ جمعیتِ کشید آخرِ حیدرِ اللہ  
 نذرِ شمعِ ہم بارِ دینِ خلوتِ کہ من دارم  
 خیر از جانِ و تنِ اصلاً ندارم در وصالِ او  
 خیالِ بارِ خوابِ صلِ بنماید مرا ہر دم  
 بود ز نقشِ بدستِ من سچا نامہ اعمال  
 منورِ دیدہ بنجم بود از گلِ بیداری  
 چہ میسوزد کہ جاناں ہدم و دسازِ من گردید

ناہائے بے اثرِ حاجتِ روائے غلیب  
 زنگِ بے کوائے گلِ نمایاں درِ توائے غلیب  
 سایہ کلبن بود ظلِّ ہوائے غلیب  
 عشقِ رادل دادن از لعلِ حزنِ قنادہ است

زابل دنیا روش ملت وایان مطلب  
 خواست وصل مکن صحبت جانان مطلب  
 سینہ در بخودئی خویش ہمہ چاکہ دم  
 تا مکدر نشود دل چه صفا می جوئی  
 زلف درویش نگرود زنده اب برادر  
 خون یگرنگی دل جوش زندان رویش  
 دشت آباد همی دشت دلت می باشد  
 در ره شوق اگر سر سلامت باشد  
 نور در دیده مشتاق مساند هرگز  
 در میان نیت کنوں چون سخن و کنار  
 سخن طلب دل در غم بجزش شد  
 ایدل از ماندن بیا ز لب بر گردید  
 کافر اندرین دیار طلب  
 باش آسوده و لا آفت بجز طلب  
 از من لے دست جنون نا گر بیا طلب  
 گر بطلما ت نه چشمه میواں طلب  
 کافر زلف بشو جز رخش ایان طلب  
 جز گل نغمه بلبل ز گشتاں طلب  
 گر تو گزشتہ نه قیس بیابان طلب  
 سود سودا بکن دکار بامان طلب  
 فرصت دیدن از اصال عقیق جلاں طلب  
 دل نخواه از من ناکام و دگر بیا طلب  
 نامه شوق مرا جز شرافان طلب  
 میوه طلب زان سر و خرامان طلب

سخت گریا رشو عشق ترا در هر کار  
 حسن بلقیس طلب تحت سلیمان مطلب

بیزم میکشی چشم چراغ روشن است مشب  
 نه بیتی بی بدل دارم نه بلبل بیون است مشب  
 طرف با مهر لثاب بکیر وزن است مشب  
 که مست تا ز من بیگانا ز خود با من است مشب  
 که زلف و تهنان و ده من برهن است مشب  
 که مهر و دریک کاشانه پرتو فلک است مشب

عاشقِ موشوق ہزارند و ہم آواز ہم  
 بسکہ از مینا دلچسپ نیست عالی این چمن  
 کر بود گوش گل و میرحم باشد باغبان  
 در ریش ساز و فدا ہر لحظہ جان تازہ  
 جلوہ در گلشن نمود و شد گرفتار قفس  
 دشمنی یا یکدگر لازم بود در عاشقان  
 عاشقان را شادی غیر از غمِ موشوق نیست  
 گر ہوس داری دل خود را کنی در باغِ گم  
 رنگ می ریزد بجائے خوں بہر سوا عجیب  
 عشق را در محلبِ یواں کہ دید و این گفت

در چمنِ عالی مبادا گاہ جائے غلیب

نماید از چراغاں بسکہ رشکِ لہ زار شب  
 گدائے ماتر و در پردہ دار جلوہ فروری  
 گرفت از من کنار آن بحرِ خوبی تشنہ یمن دم  
 چہ خوش خم اے یکہ بختِ من بہ بیداری ہمینند  
 بدو رسا غصاتی غم دوراں نمی باشد  
 اگر ضعفم نہ روی جانِ طفیلِ بخت جانہا

بقدرِ چشمِ انجم میں بدل داغ بہارِ شب  
 بجائے مشک بر ہر داغ تن شد نورِ بارِ شب  
 مقرر بود گوئی از پئے بوسن کنارِ شب  
 کہ صیادِ دل عالم مرا باشد شکارِ شب  
 بنائے عیش و شادی می نماید یادِ بارِ شب  
 نرا کہتہائے نازش را کہ کردم زیرِ بارِ شب

گل اگر ازخوں دل رنگیں کند پیرهنش  
 ہرچہ باد باد شاخ گل شمعین کردش  
 عاشقی باشد گل داغ غلامی سبکیاں  
 دوستی گوئی کہ اینجا صلح دشمنی بوزت  
 معنی الفت نباشد غیر غفلت دشمنی  
 باز داکم مالہ پُر درد او جبریت فرست  
 آشیان و دام و بتان و قفس سازگار  
 بود در وقت طلب سرگشتہ پیچارہ  
 سینہ صد چاک را ماند قفس گر بنگری  
 خار بیارست یا گل زیں سبب اندیشہ نیست  
 شد بیاد زود و آہ و قباے غدلیب  
 فتہائے آرزو و مدعاے غدلیب  
 گشت رائج زیں سبب بیخ و بن غدلیب  
 بازی بیدر و مردم جنگہائے غدلیب  
 بگذر و در و در گزیر کل صبح و سائے غدلیب  
 صحن گلشن بہت اگر دانا شفاے غدلیب  
 آہ ازیں آزار و در و بیدوے غدلیب  
 بجوئے گل گردید آخر رہنمائے غدلیب  
 از فضا تہائے اسیر بیخاطائے غدلیب  
 از برائے عقدہ شکستہ کشتائے غدلیب  
 بسکہ معنی ہائے رنگیں گل کند از فکر عشق

از صبر پر خامہ اش نشنو نوائے غدلیب

گل بدست خود ندارد از برائے غدلیب  
 مشتعل گلشن شد از شعلہ فریاد او  
 بسکہ ما ہم دل بخوے بیوفاے داد ہم  
 غیچہ از گلشن اسرار باشد آں دہان  
 در چمن آں غیچہ لب نگین بیانی چوں نمو  
 بینو اما ندگدائے بانوائے غدلیب  
 آتش دل سوخت از ستر باغ غدلیب  
 می برد از کار مارا نا لہائے غدلیب  
 از تے قلبان ادبش نوائے غدلیب  
 گل شنا خواں تر شد از دشت سرا غدلیب

پایند باد سایه لطفتش ز عدل وجود      لائق علی است خلق و خدا را طلب

من مستحق خاص نوال عسیم تو  
(مورخہ ۱۹ اردی قمرہ ۱۳۵۷ھ)

ہر وقت و موقعے کہ بیا بی مرطلب

نہ زیرنگ مرا دست و پیش پاینگ است      بلائے چرخ بسر نیز بر ملا سنگ است  
دلے عاشق خودہ کہ دل ترا نگ است      طیب و ست چہ کہود کہ دوا نگ است  
براہ شوخی حسنت اگر جایا سنگ است      تو شیشہ گیر بریں نگ شیشہا نگ است  
ز در و دوری آں خون گریست ہر خم      تو دست نگدلم طرفہ ماجرا نگ است  
ملا مت است بواجب ختم چہ کسم      کہ بر فنا فی نخل مرا جزا سنگ است  
رسد ز دست یتے بسکہ سنگ بر سرنگ      بیخترم کہ بیشیش مرا کجا سنگ است  
صفاست واسطہ زور بر گراں جانہاں      ز دست آب بفریاد آسا سنگ است  
نگاہ در دل خود گر نمی کنی بائے      ہمیں کہ آبدنہ خوبے لانا سنگ است  
بکہ ہمار رواں چشمہا کہ می بینی      بسوز عشق کسے آہ در بکا سنگ است  
چہ خوشنماست پدیدہ چہ پرجہاست بد      سبتکہ سیم ز بہر خود ہما سنگ است  
دلے پوشیدہ مرا مت ناز کبیت بہر      ملا مت تو بمن شیشہ خیمیا سنگ است  
ز سرد و گرم شب روز تا کجا نالد      دلت در بر ہم آخرنہ اینجرا نگ است  
بل زمانہ منم و مرصاف شعر و سخن      بدست آمدہ انیک عجب مرا سنگ است  
بدست ہمت صدریہاں نگاہ بکن      کہ خاک نہ رہود و لعل لے بہا سنگ است

کسے جبرئیل محفل کے نایب شکر ایشب

بجوشِ مستی شادی نباشد گر یہ شادی

کہ ہر تلخ تو باشد چوں شرابِ شکر ایشب

کن دور گر دھڑیں چو پاشی ضا طلب	گر میکشی چراغ دل خود ہو اطلب
سما کے دل تو غنچہ باغِ فردگی	از آہِ سرد گرمیِ فیضِ صبا طلب
در دلتو قوت و قوتِ جانِ خرمین	ایں درد را چگونہ توان شد و اطلب
اندوہ عشق را بدلِ شاد جاے دہ	مہاں عزیز بہت بشتِ سرا طلب
در راہِ شوقِ نقشِ قدمِ نیز رہ نہشت	اندیشہ کن ز غولِ مشور بہنما طلب
پائے طلبِ شکر آزار خود مکن	ہر طلب تو از دل بے مدعا طلب
کامل عیار سکۂ داغ و فغانے	از یار و مروتِ کار سراستجا طلب
بر سرفرازی بار بلا استخوانِ شکن	ز تہا را شرحِ آں زمینِ مبتلا طلب
دانی کہ دوستے بشہادتِ نیرسد	در زیر تیغِ سر نہ ظلِ ہمت طلب
دُنیا و آخرت طلبِ عامِ مردمست	بیگانہ شہزادِ خلق و مرادِ جد طلب
خواہی وصالِ آں بتِ کافر اگر عشق	چوں گویت کہ مطلبِ داز خدا طلب
برخیز عشق زود چہ غافل نشستہ	دستِ دعا بر آرا تہذیب و دعا طلب
آئینہ دافِ فیضِ خدا ذاتِ پاک است	۲ از خاکِ پائے شاہِ دکن کیسیا طلب
ہر طلبیہ کہ بہت بخواہ از خدا خود	۳ اقبالِ اسبِ جنابِ فضلِ خدا طلب



بیم دامید و ردلم جا کرد  
 ستم ادچوں لطفی دارد  
 زرداغ و گہر ز اشکِ منش  
 زندگی شد عذاب عاشق را  
 غم و شادی ہجر و وصلش نیست  
 کاغِ گردوں بسان نقشِ برآب  
 حُسن محتاجِ من شود آہنر  
 برگرفتار خود تر حُسن کن  
 پس حسرات را کنم آباد  
 کس ز پیرِ منام ارشاد است  
 عاشقی دولتِ خدا داد است  
 غلامِ مطیع و منتِ داد است  
 شوق دیدارِ عشق را نازم  
 کہ بعلمِ نظر چہ استاد است

ہر خد کہ رفتن برش سہل سفر نیست  
 جہت زدگانِش ہمہ از دیو گزشتند  
 در شوقِ بنا گوش تو جانِ داد دل من  
 در آئینہٗ حیرتِ ما تا بجہانش  
 رو پوششِ مشو یا کہ در خواہن جیات  
 از کثرتِ داغِ غمِ حیرت تو چو گویم  
 شوقِ اگر تہمت دلا ہیجِ خطر نیست  
 نقشِ قدمِ آہِ دران را بگذر نیست  
 شمعیت کہ شرمندہٗ فیضانِ بحر نیست  
 ز گنجینِ و آبِ گہر نورِ نظر نیست  
 صد باریدیم و ترا ہیجِ خبر نیست  
 یک لخطِ سبِ نیست کہ صد شعلہٗ سیر نیست

نثارِ حضرتِ یادِ علی سَرمِ بادا      بشوقِ درگش از سر کجا بُد انگلت  
 بانِ بادِ بدو عشق تو پریشان گرد  
 چو در هوا کے تبتینیم یا بجا سنگلت

سرخم گورواں نزارِ آباد است      چکند بادِ لش کہ فولاد است  
 لعلِ خاموشِ یارِ رانا نامِ زم      کہ از دہر کے بفریاد است  
 من ز خاکِ رہش نبر خیم      ناتوانی چنیں کہ افتاد است  
 چشمِ مخمور آن بت ترسا      آفتِ جان و دین زہاد است  
 تاکہ منظورِ یارِ آئینہ شد      دل چہ گویم خرابِ آباد است  
 عہدِ ہائے تو یادِ بادِ ترا      انجہ تو گفتہ مرا یاد است  
 بندِ زلفش دراز دید و بخود      دل گماں می برد کہ آزاد است  
 سیرِ بستاں نمی توانم کرد      بدلم قاستے چو شمشاد است  
 برا میدے بود قیامِ جہاں      حیثِ ایں خانہ بستِ نیاد است  
 حرفِ خرم چہ نقش شیریں شد      خامہ ام تیشہ شوقِ فریاد است  
 صحبتِ عشق و دختِ رز خوش باد

پیرِ دیرینہ تازہ داماد است  
 خاکم از عشق آتشِ ایجا د است      گویہ ام آبِ شندِ فناں باد است

بادل خستہ و بد حال کہ بنیند مدام  
 ست گردیم و دگر پردہ ناموس دریم  
 در و شوق ہمیں دیدہ خونبار ہمیں  
 مہرہ از مے عشق تو چہا شیشہ و خم  
 طائر دل چہ رود از نگہ و مثر گانش  
 زلف پر تاب و لبش دم زند آہ مرا  
 این تبسم نبود بر لب خوشخوار تر  
 صورت دیدن حسنت نشد و شادمان  
 عاشق از تو بزد حرف و شنیدن دارد

کس گرفتار بدام تو نگو دید ہنوز

عشق بیچارہ شنیدیم کہ شیدائے ہست

بین نگہ در دیدن ناز تو رنجیدن شد  
 از حجاب عاشقی اے شوخ پسیدن شد  
 خوش نگہبان بود ایجاں چشم شاقش  
 با چنین وحشت کہ دار چشم جانان حیرت  
 ساتی ما بود در یاد دل و لے مارا چہ سود  
 خوش بزمک پاں خور خون لاشاق را  
 دیدہ حیران ما آئینہ ساں دیدن شد  
 در خموشی ناہا کریم و شنیدن شد  
 آں تن چوں سیم وزر دیدی و در دیدن شد  
 زلفہ خود را بسوئے خویش نکشیدن شد  
 بید باغی نصرت یک جام نوشیدن شد  
 ایں قدر لبش باریک پسیدن شد

تیرم کہ شہر زخمن اشکم ہمہ سوزو      آپے خنکے نیست کہ آں بز آفرینیت  
 عجز من افتادہ رساند بدرد دست      بے بال و پرے را پر پرواز و گرنیت  
 نیک و بد      ہمہ یک رنگ نامد      گر قطع نظر نیست بچشم تو بصر نیست  
 آخر دل گزشتہ بگو یا رکجا رفت      در خلوت نماز تو کہے را چو گزشت نیست  
 ایں طرفہ کہ گم گشت گیش تا صد ماشد  
 آمد خبر یار و ز دل بیخ خبر نیست  
 چوں رستم تا درد دلدار چہ سودائے بہت      در میان رشت بل چیم چو دریائے بہت

۱۔ اہل میں کوئی لفظ نہ گیا ہے کسی دُنيا، عالم۔ یہ تینوں لفظ غالباً یہاں بیٹھے تھے میں ۱۲  
 ۲۔ اس کے بعد کا لفظ (ماز) پڑھا نہیں گیا کہ یہاں ہونا تھا اس کا یہی سبب ہے کہ "ماز" کا لفظ اس کا برہنہ کر دیا  
 ۳۔ مولا اعلیٰ جب حیدر آباد تشریف لائے تھے تو والد ایک قافہ میں مولا سے وائے تھے کہ آج کی غزل گیلے بہت  
 حیدر آباد کی قافیہ بیٹھی یہاں شاعر ہوا غالباً غزل اسی شاعر کیلئے موزوں لگی تھی مولا اعلیٰ کے مجرورہ منظومات  
 میں غزل مذکور موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

یار بات گرت جذبہ گیلے بہت      یوسف آحر و داغما کہ زلیخا سے بہت  
 اسی ملاقات میں مولا اعلیٰ نے مولوی عبدالحی صاحب دالہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے ان رباتیا  
 کو سنایا تھا جو انہوں نے والد مرحوم کی رباعیات مدح کے جواب اور تحفہ شریخی کے شکریہ میں کہی تھیں۔  
 جو ان کی کلیات میں درج ہیں۔ اس وقت تک مولا نا کو معلوم نہ تھا کہ والد صاحب دالہ مرحوم کے چچا اور  
 صاحب دیوان ہذا کے علاقائی بھائی ہوتے ہیں۔ وہ ان کی شکل و شمائل اور رنگ و روپ سے ان کو اپنی ہی سمجھتے تھے  
 راقم الحروف بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھا۔ اس لئے یہنا سبب مقام اس داتقہ کو مدح  
 کر دیا گیا۔ ۱۲

بر لبم زنگ سخن در گوش دلہا درو شد  
ایں قد خون دلم چوں باد جو شین شد

اشتباہ ننگ تو بر رسم تو غالب شد آہ

اے شکر جرم عشق زار بخین شد

دل بشوق و دیش از جو ترسیدن شد	چشم پوشیدیم زیاں سوئے او دیدن شد
دانہ آئینہ پاشیدیم و پاشیدن شد	سر و آہ از اشک بالید و بالیدن شد
ایں چہ استعناست ایجاں دفریب گشت	حال بخور فراق از دور پرسیدن شد
ایدل ارجأت نمودت عشق در زیدن شد	عاقبت رسوا شدی از ترس ترسیدن شد
بے سرو پا گشتہ ام ہر چند در سو دائے تو	در خیال جگر سو کوئے تو گر دیدن شد
سردام شہرت اے مجنون فنا و اقربا	پائے درد امان دشت دکو چیدن شد
غافلے یار ہجرت رفت در ملک بقا	در کمال ضعف خود از جائے خمیدن شد
غیرت من در طلب زان شان نگذاشت	رو بقتل پائے او ہر کام مالیدن شد

از ہلال ابرو جانان اشارت دیدہ ام

پیش ازین جسم نرازم عشق کا ہیدن شد

تافس چوں دو در لطف یار چیدن شد	لجے داغ دل ز حرف ماترا دیدن شد
در خیال دل او در خواب خندیدن شد	چوں شدم ہشیار کجاں زانالیدن شد
پندین دیدی ولا انفسوس نشین شد	بنوا کنوں صد ملامت زئے او دیدن شد
آتش در جسم جان ز صحبت دل انفتاد	ما بگر شمع گر دیدیم دگر دیدن شد

چون گریم خون کنوں ز خشک سال شوق او  
 حشرے بارید از چشم کہ باریدن شد  
 چوں کنم زار و زبوں از کردہ خود گشتہ ام  
 زشت خوئے راجن رو سپیدین شد  
 باغ حسن صد گل نیز نگہ مبہودہ ملے  
 اضطراب دل بشوق تاب گل چیدن شد  
 رشتہ وار زلف بیانی ز سوز داغ کیت  
 این قدر و دلف زیں مین چیدن شد

خوب شد ہر شعر و قف حسن تلا شانہ شد

بے بہا آمد تلخ عشق وار زیدن شد

بد کافاتے گناہ بوسہ زد ویدن شد  
 از عجب باز تر بیدیم تر سیدین شد  
 شد ستمائے مال برمن ہرزہ کشیدن شد  
 نارسایا ہا گوش اور سانیدن شد  
 آہ تاب دل بے شوق او ازیں گل کردہ آہ  
 اشک خون در پیش آں ہرچم باریدن شد  
 ہر گل باغ جہاں شفقہ می سازد دماغ  
 بوئے عطر دلکش خلق تو بوییدن شد  
 خاص چون از بہر او دایم تغافل چید بود  
 صید ما چنداں بخوابا لیک گنجین شد  
 این تماشہ گاہ ہر فرزانہ را دیوانہ ساخت  
 خندہ بروضع جہاں کو نیم خدین شد  
 سرنگانی سر سبز کار دل صد چاک بود  
 شانہ بر زلفش عبث چید چیدن شد  
 ز اشک دیش پاک کردن دیدہ تر شکل است  
 آں نزاکت پیشہ ایدل تاب گل چیدن شد  
 آبروش ز آتش شوق دیش بر باد رفت  
 می طبع عاشق نہان خاک غلین شد  
 عقدا افتاد و در کار پریشانی مرا  
 مصرع چیدہ زلف تو ہمیدین شد

بہ چکس نادان ترا ز اہد نباشد و چہا از خداے مہربان ترید ترسیدن شد

در قبول و رد عرض حال عشق اقا شک

ہر سرے در بزم ادچوں شمع جنیدن شد

این قدر ز اہد شوق حور از یدن شد  
 از تو را صنی شد ہمہ ایدیت برچیدن شد  
 چوں شود از خواب ز اس فتنہ گریدا رہ  
 خوش لبعلتہ بخونم میکند بازی مدام  
 مابہ تنہائی زبان خاموشی بکشودہ ایم  
 مجمع گل بار پشیاں نالہ بلبل کجاست  
 دم مزن از ہستی خود گاہ بہت و گاہ نہت  
 یکدے نمود کہ از مہر تو ام ایما نہت  
 یوئے خوئے آتش است بس کہ باشد و نش  
 من شہید عشوہ بیدار تو زت گشتہ ام  
 گاہ گاہے می کشاید بر رخ امید ما  
 دل نمیداند کہ چوں سازد بسوز خورشیتن  
 گر کشم آہے بہ پیشیت میرسد تیرے دل  
 کہ بہت دوش شماری خواہ بہت و خواہ نہت  
 دل بسوزد نالہ برب در جگر چوں آہ نہت  
 نیست در عالم دلے ایجا کہ آتش گاہ نہت  
 گوش بر نہ غیرہ و کوچ در افواہ نہت  
 یک در لطفے کہ غیر از باب صدرا نہت  
 آتش لعلش ز خط تا آب زیر کاہ نہت  
 وہ کہ جرمے سر ز داز من کہ با تو نہت

نشست  
 فنشہ در دوشتر قش و دبا لا گشتہ است  
 شوخیم میں دوش و در غش بر بیدم دہاں  
 در ہوائے شوقِ او ایدل چو میل زنی  
 ہر کہے بر جائے من انکوں بگریذار زار  
 یارست خواب ز من چیں بیدار حیف  
 تا بر چشپے رسید از ما ز ہم پاشید آہ  
 صندل از خاکِ ہش بر چہید مالیدن نشست  
 یاردا بوسید از من جائے بوسیدن نشست  
 بر سر آں شعلہ خوچوں باد چسیدن نشست  
 حیف بردیو امکان عشق خسیدن نشست  
 عشق در یک پیرن با حسن خوابیدن نشست  
 دفتر جمعیت احباب پالیدن نشست

انتیاز آخر سبک شد در نظر ما آہ عشق

با گھر شعر مرا سنجید سنجیدن نشست

آہ غدر رنگ آں عیار نشیندن نشست  
 یک نظر بس بود دیگر سیرا دیدن نشست  
 انتظام کشت دھوں برگردن قاتل باند  
 گرا جارت دا بہر دیدن خود بس نبود  
 بے سرو پایے ترا در جستجوے قیس بس  
 بے نیازش را ز سر خاریدن مطلب چکار  
 کہ شود قوت گواراے جنوں ایں داناہا  
 بیقہاری از دل من یا نت تسکین عاقبت  
 میں گلے خشک و فتورہ خون گشتہ است  
 پریمکان غیری شد در ہش دیدن نشست  
 جز خش از ہر چہ باشد حشیم پوشیدن نشست  
 ایں قدر در دیدیم اہمال و زبیدن نشست  
 ما غلط کریم ازوے وقت پُرسیدن نشست  
 سر زخا رہ پائے خود در راہ خاریدن نشست  
 آہ محرومی کفِ افسوس مالیدن نشست  
 از دہان زخم باز بخیر خائیدن نشست  
 ایں نمط سیما بر آئینہ چسیدن نشست  
 ایں قدر بر کشتہ خود تیغ باریدن نشست



فہم قاصر باشد لیکن زباں کوتاہ نیست

ہر شب کھنم ز طرہ طرار بیا ربحت  
ہر روز می رود ز تیغ نور بار بحت  
لب بستہ ام کہ بیج نیاید بکار بحت  
یک خامشی ز یار و زمن صد ہزار بحت  
دو د چراغ کشتہ پر نور دل بود  
شمع دماغ سوز زباں زندہ بحت  
ہر سادہ دل فریب ز رنگینیش خورد  
گلہائے داغ دارد و باشد ہزار بحت  
دعائے ہمیں خوش است کہ ثابت نمی شود  
ہرگز مدار کار محبت مدار بحت  
گفت و شنید ہر دو گواہانِ صادق اند  
در عاشقی تیاہ مقصد ہزار بحت  
متاقِ وصل با تم و حجت چہ حاجت  
ایجاں کس تم بود بمن بقرار بحت  
شادم نہ اندیش کہ بچارم بیا رفت  
آں نے سوار را بمن خاکسار بحت

دانم دلیل شوق بجائے نمیرسد

کم کم مباد عشق شود بے شمار بحت

بیچارہ من چشمِ ترحم چہ توان کرد  
بستند مرا بر تو چہ مردم چہ توان کرد  
شد چشمِ ترم غیرتِ قلم چہ توان کرد  
میتائی دلِ رشکِ تلاطم چہ توان کرد  
از گریہ مرا چارہ نباشد لفراقت  
بے مہر بود جلوہ انجم چہ توان کرد  
صد خواہش دل تا بلیم آمد و گشت  
نہ صبر و نہ بارائے کلم چہ توان کرد  
تا سرخ کند چشمِ ترم را تماشا  
شد لعل تو ہر نگ تبسم چہ توان کرد  
کو خواب ہجر تو کر نیں دیدہ و مژگان  
ہر خار بود بسترِ قائم چہ توان کرد

اے عزیزاں سحرِ بابل، غنچش دل رانہو  
پوسنِ گم گشتہ مارا گزیرا زچاہِ نیت  
عکسِ حسنِ بے نظیرش در دل درویدہ  
انچنہ آئینہ ہا گور و کش اشباہِ نیت  
جلوہ ہائے حسن تو از بسکہ ہر جایش گشت  
دلِ عشقت در دل تنگم کنون بالذہنیت  
عشقِ حیسرا نم کہ در توصیفِ آن سرولید

۱۔ عیالِ تغان ہے حضرت عتیق کے جس قدر مسودات میرے پاس موجود تھے اُن کو تہذیبِ رضا کر کے طبع کو روانہ کر دیا گیا تھا کہ یہ عزل اور اس کے ساتھ اور متعدد غزلیں جو اپنی اپنی جگہ طبع کر دی گئی ہیں مجھ کو بقیہ نام پھر شاہِ بانی صاحب کی ایک سباض میں تھیاب ہوئیں جس کا شان و گمان بھی تھا والد مرحوم منطرب میں سے ایک راعی شاہِ باقی صاحب کی مدح میں کچھ تھی جو مدخل میں جب کہ مدخلِ ننگسکہ کا ایک نعلقہ تھا تھیں۔ اس سے زیادہ مجھے شاہ صاحب کا کوئی حال معلوم نہ تھا میں نے اُن کے متعلق یہاں بعض لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے باقیاتِ الصالحات میں ایک فرزند محمد محمد صاحب بہانِ مستقیم ہیں اور اُن کے پاس شاہ صاحب کا ذخیرہ کتب بھی موجود ہے جب اُن کو یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملی تو قدیم ردِ البطل کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ بہت مختصر ہو گئے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے لیکن ہوش و حواس درست ہیں۔ شاہ صاحب نے والد مرحوم کے حالات اور قدیم و اعانتِ آبیدہ ہو کر بیان کرتے تھے میں بھی اُن کے دولت خانہ کی رکنی مرتبہ حاضر ہوا ابھی ساری کناس میرے سامنے لا کر رکھ دیں اور بہت محبت اور رعایت بزرگانہ کے ساتھ پیش آئے شاہ صاحب نے صفوف کی کتابوں کا اجماع و خروہ جمع کیا تھا اپنی کتابوں میں بیامں مذکورۃ الصدور و شاہ صاحب کا دیوان اور منقشات اور بعض دوسرے رسائل دیکھنے میں آئے ۱۲-۱۶ مہر یوز ۱۳۳۸ھ تک بقیہ نام پھر (جامعِ دہلوان)

نوٹ:۔ انیسویں ہے کہ دورانِ طباعت میں اُن کا انتقال ہو گیا (۱۶ دسمبر ۱۹۰۷ء)۔

رقم مہر تو بردل کشد و می ترسد کہ ز انجم نقطہ سہو نہا صبح شود  
 کو کب طالع من عشق کہ زخشاں آباد  
 نگذار د کہ شب قدر مرا صبح شود

سر گرم فغاں ببلِ لختہ چمن شد برباد چو بوسے گل ازین نگ چمن شد  
 بیکرنگی ما باز چہ نیز نگ بر آرد رنگے کہ بدل بود زخوں صرف سخن شد  
 نظارگی باغ تماشاے تو حیران روئے تو گہے گل بود گاہ سمن شد  
 ز آثا رحبہ اتم بفراق تو چہ پری دانی کہ جدا جان عزیزم بدین شد  
 خون دل من جوش زند و خرم نقش برباد چہ را یحیٰ مشکبِ صقن شد  
 در شوق حدیث ہمہ تن گوش با یم کردی تو نگاہے کہ باز خرد و ناشد  
 یارب یکہ گویم دچہ گویم کہ چال است شرمندگی عشق مرا ہسر دین شد  
 شاید کہ تو ہم قدر من ایدرت شنای کر ہر سہر عشق تو ام پیشہ فون شد  
 میں مجھش بہار دل پر داغ من ایدو از پر تو روئے تو چہ آئینہ چمن شد  
 شوق تو عجب فتنہ گر آمد چہ کنم آہ آندل کہ چہ جاں دامنش دشمن من شد

ریخ سفر و رحمت غربت نشناسم  
 غربت کہ میخانہ مرا عشق وطن شد

از خویش دلم در پئے آرام وطن شد ایس باعث گمراہی آوارہ شدن شد  
 دانی کہ چہا بر سر من رفت پیراں تن حجت جانم شد و جاں آفت تن شد

با طالع ناساز در اندوه جدائی  
 ساتی ز لب نوش کرم کن دوسه جایی  
 بیزار ز انصاف چو شد یارِ مستمکا  
 جورت و جفا بشوہ خوابان دل آزا  
 دل میرود از غویشِ بشوقِ دین او  
 خود خضر درین راه زندگم چه توان کرد  
 در حالتِ خود عشقِ همی گفت تبرکار

بستند مرا بر تو چو مردم چه توان کرد  
 گر بتاید همه خورشید کجا صبح شود  
 انتظارست مرا شمع شب وصل هنوز  
 تنگم از بندِ گریبان تو آزاد نشد  
 شب بسودا سر زلف سیه میگذرد  
 یادِ خواب خدا یا بکند مدِ بهوشش  
 شمع دل زنده شبِ بهائے غم را چه خبر  
 رفت شوق تو از بسکه بسک روح بود  
 ورد نام تو شبِ روز بیا میدارد  
 صورتِ آئینہ صدق و صفا صبح شود  
 معنی جلوه خورشید رخسار تا فهمد

آمد که بر دِل زادِ سیخ نگفتم      دستے کہ بدلِ دَستش میشِ دِهِن شد  
 در نیل شبِ بجر مکش جامهٔ عجزم      چوں بہرِ بیدان تو مہتابِ کفن شد  
 آں دل کہ ز مرغانِ چین باز مری      افسوس کہ ہم ز مرزِ زاع و زغن شد  
 ہر معنی ز رنگین چو گل تازہ بود عشق

در سیر بہارم کہ مرا طبعِ حُسن شد

چوں از لبِ خندان تو تقریب سخن شد      ہر غنچۂ گل را بچین باز دِهِن شد  
 بز عیش چو از لبِ تولا شوخ نہ حید      آرام گہ دل اگر آں پیچِ شکن شد  
 تحصیلِ فنِ عشق چہ آساں بود یار      بالائے تو بس یک الفِ سینۂ من شد  
 ماتم ز وہِ دل منم و سیچ نہ رسید      آں تازہ جواں تار کہ ستورِ کین شد  
 خود بے کسی کشتۂ بیداد چہ باشد      از راہِ وفایش چو کفِ خاکِ کفن شد  
 چند آنکہ دلیلانہ دلم بود زبون گشت      آہوئے تولاے بارِ عجب شیرِ فلک شد  
 اے زنگِ بہاراں ز مدادِ مدد کن      از شاجِ گلِ خامۂ کا عذرِ سمن شد  
 بازو قینِ خلطِ دلِ چیت چہ گویم      شکِ نیت کہ چوں ابطۂ جادِ بدن شد  
 آسودۂ تجستم ز سعیِ طلبِ تو      تا خاکِ رومِ شوقِ تو مارِ ہمتن شد  
 باشد بدلم آنچه مرا و در زبان ست      در شکلِ زبانِ لحتِ دلِ من بدہن شد  
 در خاکِ ذکا برد کلیدش مگر اے عشق

از سوزشِ دل نیت مرا فرصت یکے م  
 آن خرد دل دیوانہ چہ ہیشیا برآمد  
 بیتابی دل را بہوئے تو سرت  
 از مطلبِ خود هیچ نگفتم و بقیہ  
 جانبازیِ خود بر سرِ خود خوب بہ بند  
 از بس بہوئے تو بود باز شبِ روز  
 دارستہ دلم با ہمہ آشفۃ نظامی  
 در سیرِ بہارِ گلِ داغِ دلِ خوشیم  
 بسیار سخن بہت دلی عشق چہ گوید  
 در غلوتِ دل تو کہ دشوار سخن شد

ہر چند کہ دشوار تر احرف زدن شد  
 ہر تلخ کہ گفتمی ہذا قم شکرین ست  
 از میوہِ فردوس فریبے بخورد باز  
 نقشِ قدمِ ما ز تو ہر جا کہ قناد است  
 اے زلفِ مدہن بشکستش بشکنتہا  
 ہر دمِ خیالِ تو نہاں دور بجائے  
 از مرہمِ کافورِ دلم سرد برآمد  
 پیرِ سوزِ لبِ لعل تو بسیار سخن شد  
 نازم بدہان تو عجب سحر سخن شد  
 شیدائے تو دل دادہ تا رخِ ذوق شد  
 از پردہِ چشمِ تو من سرش نکلن شد  
 ما را دلِ صیدہ ترا پارہ تن شد  
 شیدائے تو ایجاں تنِ تہا ز دلن شد  
 تا پنبہ زخمِ حکرم ناخن من شد

تا آن زمان کہ دیدہ بشوق اشکبار بود  
نازم بہ ہوشیاری بے آرزوئے دل  
جاں را انتشار مژدہ وصل تو کردہ ام  
بیابائی توئے دل خود کام گوئے  
باغ امید خویش شدہ دل در بہار بود  
در بند زلف یار چہ دیوانہ وار بود  
سرمایہ حیات مرا انتظار بود  
آرام بخش جان من بقرار بود  
دیدم کہ عشق در رو مشکل گزاشت  
میرفت دیر ہوائے دل خود سوار بود

ظلمت ججا بے دل بیہوش می شود  
یار بچہ حالت کہ فریاد مشکلت  
عاشق بشوق روئے خوش و گفتگوئے او  
ہر خند شکوہ اش بے یاد مینکنم  
صد گردش فلک بسراید ز سر مگر  
آید چو دیروز و روز در داز بر م کسے  
ہر روز وعدہ تو بے سر داہمی رود  
در جلوہ گاہ و شوخ قیامت خرام ما  
ناگفتنی ہزار بگوید کہ گوئی  
جاد و نکار سرمہ دنبالہ دار کیت  
گوئی کہ خود فریفتہ سخن خدمت ست

شمع زباں عشق تو خاموش می شود  
خاموشی لبش بدلم جوش می شود  
گاہے تمام چشم و گہے گوش می شود  
وریش یار جملہ فراموش می شود  
تا یا رماہ ہالہ آغوش می شود  
شادی من نصبتہ چہ بخشش می شود  
اشب کجا بود کہ نہ چوں دوش می شود  
کوہ و دقار پیہ منقوش می شود  
ارشاد یا رگویم وے گوش می شود  
لیج و لم ازاں ہمہ منقوش می شود  
زاں خواجہ کہ بندہ آغوش می شود

## مسدود چسپاں آہ در گنج سخن شد

صد محابا بہرے ساتی تباواں میرسد  
از گل داغیکہ از بستان حیاں میرسد  
دیگراں را سیر گلشن ایں دل خوش گشت  
دشبہ ہجراں خیالِ خوابِ رملش می کنم  
کے شود روز سی مرا یارِ عجبِ موصومِ صال  
شکوہا از شکوہ خود کردم و سودے نہ آشت  
نالہ دل کر ضعیفہا ست ہم رنگِ شمیم  
میتوان آساں رفو کروں دل صد چاک  
صد مبارکہا دے شتِ بخارِ راہِ شوق  
توس تیغِ ابرو و تیرِ مژہ بیچ است بیچ  
کشتی امید را صد زخمِ بیم است و باز  
گر پریشاں گفتگو باشم مرا معذور دار

عشق در الفت دلم آئینہ دارِ جبرِ است

مشکل از مشکل بر آساں ز آساں میرسد

ہماز ستم نوشن شوقم شفا ر بود  
دل داتم بدلبر و دستم بکار بود  
رسوائے عشق در ہمہ شہر دویا ر بود  
آں کو دک دلم کہ ترا در کسار بود



چہ تہاں کرد ز بیکانگی نخوئے کسے  
در بر خود ز جدائیش جدا تہاں کرد  
سرایں گریہ متانہ سلامت باشد  
شعلہ حسرت دیدار سپا تہاں کرد  
عشق در نغمہ بلبل کہ خزاں دیدہ گلکیت  
چند رنگ ازیں سارہ نوا تہاں کرد

خوش رالات زن زہدیا تہاں کرد  
تربہ پیانہ چو پیانت فنا تہاں کرد  
ایں قدر خواہش دیدار بدل از چہ ہے  
دیدہ از شرم برآں چہرہ چو فنا تہاں کرد  
منجیکہ گہست بفضل و کرم دوست ترا  
بخطائے کہ کنی بیچ خطا تہاں کرد  
بر لب دست و دلم دیدہ نگہاں گشتہ است  
جرینے دیدن رونے تو دما تہاں کرد  
سجدہ شوق متباں داغ تیر پیشانیست  
آہ زیں شرم دگر رو بخدا تہاں کرد  
گر نہ برباد دہد خاک مرا مبتیابی  
گردہ آئینہ ہار دہو ا تہاں کرد  
چشم تر پائے بگل کرد بکویت مارا  
خاک مارا بسر باد صبا تہاں کرد  
اے جنوں لطف سخن ترا بلام پافراز  
دشت پر خار و گداز بر مینا تہاں کرد  
نظر ز گیس بیمار کسے در کارست  
آہ زیں درد دل ماکہ دوا تہاں کرد  
سر منہ گرد کہ دورت ز دلم می ریزد  
سخنم آئینہ طبع رسا تہاں کرد

دبدم حسرت ہر کار بمن میسگوید  
کہ ز بیکاری خود عشق چہا تہاں کرد  
خواہشیں بی دل دیوانہ ادا تہاں کرد  
لب بہتم کہ ترا شکوہ بجا تہاں کرد

دانا دلم ز فیض نگاہ تو ساقیا  
 ہر کس بد در پیچ تو مست گزارہ است  
 شادوم بجال خویش کہ عیشتم بکام ہست  
 شرم گناہ مایہ فخر سبکدشاں  
 دار فکراں پئے دل زارم گرفتہ اند  
 غم بردلم ز رقت شادی محال فیت  
 سرگشتی کہ بے سرو پا میرود بشوق  
 مست و خراب بادہ سرچش می شود  
 جنت اگر دہند کہ مے نوش می شود  
 ہر تلخی بیاد لبش نوش می شود  
 نازاں بزدیشخ ریا گوش می شود  
 کوئی جرس بقافلہ چاکش می شود  
 خالیت خانہ صاحبش شش می شود  
 در زیر بار عشق سبکدش می شود

سرتا بیا قصور چو دیدت عشق را  
 حسن تو عفو پاش و خطا پوش می شود

خواہش حرف گرا زنا ز شمانتواں کرد  
 اضطراب دل اگر قبلہ نمانتواں کرد  
 شدہ خاک رہ ناز تو مرا رئے نیاز  
 شکوہ از روئے نکوئے تو ہمیں دم دہاں  
 توجہ دانی کہ فراق تو چہ بیدار کند  
 ساقیا شربت اندوہ ز بس پر گردش  
 گرچہ از پیش خود آں شخ مرا میراند  
 عقدہ زلف کشادی کہ کشادی بندش  
 سنجوشی چہ تقاضائے ادا نتواں کرد  
 خم ابروئے تو محراب عانتواں کرد  
 این نمازیت کہ اے یا قضا نتواں کرد  
 کہ بچنے کہ بود مدح و ثنا نتواں کرد  
 کہ جدا آہ لب از شور بیا نتواں کرد  
 بادہ عیش بیسمائے ماننتواں کرد  
 چوں تواں رفت اگر رقیقتواں کرد  
 خوش اسیریت دل ماکہ رمانتواں کرد

عشق گر لب من مہر خموشی بزند  
 بشنوائیں تختہ زمیں خندہ فرنگ آگرو  
 زود بر خیزد اگر ازل من خوبت  
 و مبدم غنچہ رعلش چو نفس میزدود  
 سایہ امن و سلامت نہ فتنہ بر سر با  
 مطلب بے غرضی آہ چہ اظہار کنم  
 آنچہ ہرگز نشنیدیم کہے میگوید

حرف عشق سن دیں چون چراتواں کرد

زدم پا در رہ شوق سر نہ پیداشد  
 دے با عشوہ ساقی دل خود شاوگر دم  
 غبارم را بدل ایجاں مدہ رہیں گفتیم  
 نہ کو دم ریک روئے کفر ایں زہد ریائی را  
 ز سر ہم چو گد شتم ناگہاں دلار پیداشد  
 برفت آں شادی کیم غم بسیار پیداشد  
 از آں آخر چو ہم در میان دیوار پیداشد  
 شکستہ سمبجہ خود ناگہاں زنا پیداشد

نبووش ہم زبان و سخن میت اجاودیش

بہر ہم من لبِ اے عشق و سر گرفتار پیداشد

حافظ قرآن روئے یاز تا دل کردا ند  
 من ز ہول اضطراب میدان فارغم  
 فکر یاد ہر چہ غیر اوست باطل کردا ند  
 تا مرا سی پاره چون لعل حائل کردا ند

بسکہ درویدہ خونبار کسے می گذرد  
 بر ملا را ز دل خویش بگفتن بہتر  
 حسن او خوانِ کرم چیدہ دمن گزشتیم  
 قحط طاقت بود و مزرع امید خراب  
 گرہ از بند قبا باز نکردی ما را  
 دل کہ بتیابی صد رنگ کشتی از خویش  
 لذتِ نعمتِ جور تو بکامِ دل ماست  
 لفظ و معنی شدہ اے یار بہم می بہم  
 بنگاہے چو توانی کہ کشتی عاشق را  
 پاک از رنگِ خاک آں کفایتواں کرد  
 عاشق آں بت شوخیم بیتواں کرد  
 شوق را منتظر بانگِ صلا نتواں کرد  
 بارش گریہ بپانیت دمانتواں کرد  
 بیش ازین پیرین صبر قبا نتواں کرد  
 نقش بر خاطر آسودہ مانتواں کرد  
 گرز خوانِ کرمش زلہ ربا نتواں کرد  
 کہ مرا از تو نیم شیر جدا نتواں کرد  
 سہل کارے بود و ناز چران نتواں کرد

ترسم اے عشق ز معشوق نداری نہاں  
 واقف را ز دل خویش ترا نتواں کرد

یاد آں ناز و داد جور و جفا نتواں کرد  
 بسکہ ما را خبر اے نالہ زمان نتواں کرد  
 حالتِ مشکل من آہ ادب داند پس  
 آشنایان ہمہ زین بحر باطل رفتند  
 وزرہ شوق تو آخر تن تہنا مادم  
 دل ز لعل لب تو چارہ خود می جوید  
 دلِ ناکام پشیمان و فانتواں کرد  
 بر لب ما ز دلِ خوں شدہ جانتواں کرد  
 صبر نتواں بغمِ عشق و مہکانتواں کرد  
 ما بگرداب فنا دیم شنانتواں کرد  
 خضر گم گشتہ دل را ہمنانتواں کرد  
 یا ندانیم تواں کردن یا نہانتواں کرد

اے عجب رکنج نہائی حیا دارانِ عشق  
 درخورد سوائی دیوانگی ہر کس نبود  
 گوہر یکداند دل بود کش جو سنگاں  
 عشق بازی بازی طفل است و عاقلان  
 بسکہ باز و رجنوں زنجیر آہن هیچ بود  
 بازی باشد از ان در ہائے جنت بر رخ  
 دامن آمید پر کردند از گلہائے یکس  
 "نادیم آخر شہیدان شہادت گاہ عشق"

راز دل را از خموشی قفل محصل کرد اند  
 سنگ عالم کردہ اند آنرا کہ قائل کرد اند  
 از محیط اضطراب جیش حاصل کرد اند  
 کارسانی چرا بر خویش مشکل کرد اند  
 بند تویدل از ان مشکلیں سائل کرد اند  
 رخنہا گزشتہ شرکاں کہ درد دل کرد اند  
 عیش مار تلخ زان شیر شامی کرد اند  
 آفریں بردست و بر بازو قائل کرد اند

دیدہ و دل را نگہ اہل نظر دارند عشق  
 کنے نگاہے بر ترنج دلہ از قائل کرد اند

بانالہ جاں سوزہ بگویش گذر افتاد  
 در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد  
 دل تباد بود تا کہ بزلہ تو در افتاد  
 عشقت نہ میں پیرو جاں را بسر افتاد  
 یارب یہ بلا شوق نگہ کار گر افتاد  
 گزرا می عاشق نشیدی عجب نیست

چون شمع مرا شعلہ رفیق سفر افتاد  
 چشم تو بیا دآمد و ہوشم ز سر افتاد  
 سر رشته مقصود بدستش مگر افتاد  
 اہل نش تیز است کہ در شک تہ افتاد  
 در چشم زون از مژدہ لخت جگر افتاد  
 کہ و کش گل نالہ مرغ سحر افتاد

رہو دانِ شوق را آسودگی ممکن نبود  
 دل رخ خوب تر آئینہ دا خوب بود  
 گرمی ہنگامہ پروانہ بیکسر نحوستند  
 بوجہ اخلاصے بططف ظاہری ہرگز نبود  
 در کشاکشہائے مرگ زندگی افتادہ ام  
 بچرخش موجزن زاب گہر کردند باز  
 ہر کجاشی دل اقتدہ نیا شد بے خطر  
 دل رو در برچشمِ او پیش نہ بیند سول  
 مستعسر گشتہ ہر وادی چوں قیس باش

در سر من عشق سوداے سکا پو حیف حیف

چوں مرا زیں دیدہ تر یا سے در گل کردہ

تا مرا ہجور از اس شیریں شام گل کردہ  
 کردہ اندا احساں کہ مارا سخت جان گل کردہ  
 دختے داوند اورا اقیق را زما سپرا  
 بردل پر نور ما داغ سیر روزنجی شست  
 نازا بریکہ گر کردن خوش است انجام کار  
 ساکناں را مایہ آرام شد سر گشتگی  
 تلخ کامیہاے عالم واسل دل کردہ  
 بہر جو راں مبتہیر جم قابل کردہ  
 گردل مارا بسوئے یار مائل کردہ  
 آج تاب مہر تازان ماہ زائل کردہ  
 عشق من مچن تراز آغا بکامل کردہ  
 جادوہ دشت طلب گوئی کہ منزل کردہ

اگر کسے نہ پئے طرز یار گرید و خند  
 خبر ز شادی و غم دستان ما چند ارد  
 بشوق سببِ نندان اویشد ز خود دور  
 فریخِ برف و رجا کو گئے خورد بد عالم  
 بسوز و ساز گوش چپ گفت متوحہ او  
 بہر صباح ز بلبل چو زار ہا بکند گوش  
 سر و بخش غم ادبست عاشق اورا  
 بہ تنگ شنل و گر جز خانہ عاشق یارا  
 بریم رشک بدوق سیاہ مٹشی رندی  
 حضور عیسیٰ دوران دہر مرضِ خسارہ  
 سخن ز عشقِ سلیم کیک دم زند عشق  
 بوجد آید و بے اختیار گرید و خند

از کار بستہ جویم جہنم کشا د باشد  
 جز نام نامی تو مارا نہ یاد باشد  
 آں کافر شکر شاید کہ یار گردد  
 کز خامہ ام چو انکشت در کفر یار باشد  
 غیر تو ہیج نبود ایں اعتقاد باشد  
 مار از ما چو ہر دم شغل جہاں باشد

لے ایک صحبت میں سنا کر طہانی نے جو حد آیا دینِ قییم تھے ایسی غزل زمانہ بہن جہاں را گرید و خند کا  
 مبعوض کر دعویٰ کیا تھا کہ اگر اس مجروح و فقیہ کی غزل کچھ لکھی گئی تھیں تو ساعرِ حاکم اس طرح پڑھو ہوا تھا غزل شاعر کے کچھ گوتھی ۱۲

گردید ہوا خواہین آں گل خدای  
 از یاد تو دل غنچہ صفت پرده بین است  
 ایں طرفے غم کہ نکتہ نجم چرخ  
 آمد بسر خستہ خود بہر عیادت  
 باشد خط پیشانی من نگ بجائیش  
 دل دار نیز پدید گے خواہش دل را  
 از گریہ و زاری شب روز چہ حاصل  
 نیز نگ جہانے بود آں نو گل رعنا  
 ہر تلخ تو شیریں بود از قند مکر  
 میخواست بر دآنکہ من بے سرو پا را  
 بزنا مدہ یک روز و شب زان لب شیریں  
 حیران جمال تو ندانکہ در آں زلف  
 آں شمع کہ پروانہ اگشتہ نظر با  
 شعر و سخنم گرچہ بود عیب سراسر  
 آتش ہمہ در جان نسیم حسہ افتاد  
 خوش محرم رازیت کہ بن بخت افتاد  
 چون تنگ تر آمد دل من بشیر افتاد  
 گوئی تو کہ جانے تین مردہ در افتاد  
 ایں قرعہ بنام من دیوانہ بر افتاد  
 دانست تمنا ہمہ از دل بدر افتاد  
 در عشق کسے کار چو باز و روز رافتاد  
 در حشیم نیفا و عجب جسلوہ گرفتاد  
 تلخی چہ کشم چوں ہذا قم شکر افتاد  
 و سیت کہ از بہلہ براں خوش گرفتاد  
 شوریدہ دل من با مید و گرفتاد  
 دل از نظرش یا کہ نظر پیشتر افتاد  
 در حشیم نیفا و عجب جسلوہ گرفتاد  
 ایں عیب بہ بیند کہ رشک ہنر افتاد

حرف من آں گوش شو عشق ز اعجاز

باشد یہ بیفا کہ بدست گرفتاد



آں آرزوئے لہاگر خود مراد باشد  
 یارب گلے کہ مارا شمع مراد باشد  
 مضمون ناز قہد از بیت ابرو داد  
 افسوں گریست چشمش ایدل مخور فرمیش  
 و گفتگو بے سیاں در خواب بیاہستی  
 از صبر و افراے آہ ہر چند چارہ ہم  
 ناصح بہ بند لب را تا زود تر بیوم  
 گل از زبان غنچہ میکود این حکایت  
 از کتب معلم طفلی کہ می گریزد  
 در یاد قامت او بے آہ نیست تالہ

شادی سخن کہ ہر دم صد غم خوری بنادای  
 شاد آں سیکہ در غم اے عشق تناد باشد  
 بھوج بحر نور جلوہ او آسماں گم شد  
 حضور دل مجاز من کہ دل خود از لیا گم شد  
 زمیں گم شد زباں گم شد خیم گم شد چٹاں گم شد  
 سہم گشتی گرد شتم آخر مہماں گم شد  
 چہ قدر انداز پیدا شد کہ از تیر نشان گم شد  
 نہ تہا من ز خود فرم کہ تمام وقتاں گم شد  
 ترجم از دل او بچہ تاثیر از قفاں گم شد  
 جو بنم زار میکرم کہ آں گل را گم خداں

آید ز خانه بیرون تا از درم براند  
 طفل سرشک هر دم در کوئے او دوانست  
 محنت ز بهر جنت یاشت و تصور غفلت  
 زاهد بیاوے خور باشد که در دل تو  
 در راه عشق آہم بر دوزخ غمزد و تفت  
 یک آن نہ گوہر دل مارا کر ز ادب باشد  
 آں شہر یار خوبی آگہ نشد ز حالت  
 اے عشق شہرہ تو گو در بلاد باشد

رنگی نہ چوں دل قیس سرگرم داد باشد  
 رد سوال بوسہ گو زیں مرا داد باشد  
 زان نامہ کہ نوشت او در جواب مارا  
 سرگرم سر و مہر ہی آناہ شد و لیکن  
 تاکہ بکام دشمن از دست دوست بام  
 نالاں بنا امید دی در جہرا و چہ بام  
 کشتی دل ساحل از بحر غم رساند  
 قرآن حسن را میں تفسیر لفظ شد

بہر پر رواج یاراں سودائے خام بختند  
 باز از عشق گرم از جوش کسا دہند

ودائے دروین غربت شد آحسر      کہ زحمت پیش ازیں درخانہ دادند  
 چغم کرخانہ ام ایدل خراب است      پے دیوانہ خوش ویرانہ دادند  
 نشد کوتاہ دعر آمد سپایاں      بیاد ما عجب افسانہ دادند  
 غم بے خان ومانی چیت اکنوں  
 مرا جا عشق در میخانہ دادند

بکشت حسن آب و دانہ دادند      فریبت لے دل فرزانہ دادند  
 چہ می پرسی ز حال عاشقان      دل دجاں در ریش مروانہ دادند  
 بسودائش دل صد چاک حیراں      سہ زلفش بدست ششانہ دادند  
 بنخدم چوں صدف بر سینہ چاک      کہ از دل گوہر یک دانہ دادند  
 فسون و اعطی ما پُر اثر بود      کہ رنداں دل بریل فنا دادند  
 دلم کشتی بحسہ آشنائی      کہ مسکناں در کف بیگانہ دادند  
 ز حق مہر پتاں خواہم کہ از دل      مرا ہم کعبہ و بت خانہ دادند  
 دل در بنجر زلف بتیغ ارش      چہ آراسے بایں دیوانہ دادند  
 مضامین غریب بے قوارا      ز ہر بیتیم دلا خوش خانہ دادند  
 بنگنجد غم ز شادی در دل من      چہ شادی از خیم جانانہ دادند  
 چو عشق و بازئی میرود زیر است  
 بہ پیر ما دل طفلانہ دادند

سہجے ز پیچ و تاب زلف او فہم دل  
 خبراں ماہِ بیہر ار نہ ارد سخت حیرانم  
 زمین باقی ہمیں بود و گشت راجستجو کرم  
 جگر خواری مرا کار است در شوقِ لعلش  
 بسانِ شمع روشن جانِ من باشد زبانِ من  
 نہ دنیا دانم و عقبی نہ درازے لبِ درام  
 بر سنگِ طاعت از یک معراں ہمی باشد  
 دل و جانِ خرینِ من دواں شد و رکاب  
 حدیثاں ہاں باشد عجیبِ من نمی فہم  
 تلاشی حنِ دل جوئی کند چو عشقِ آوارہ

عیال ہر چند پیشِ ما است اما در نہاں گم شد

بوا غلط کے دلِ فرزانه دادند  
 بزنجیر جنوں چوں دانہ دادند  
 عزیز از جاں مرا جانانہ دادند  
 مراد دلِ غیرت پر دانہ دادند  
 لبِ لعلش حشرید ارے ندارد  
 قیامت شد کہ مارا از دمِ صور  
 سرِ شور و شہرِ مستانہ دادند  
 چہ نیکبینِ دلِ دیوانہ دادند  
 ولے یا آشنا بیگانہ دادند  
 ز سوزِ او ترا پر دانہ دادند  
 کہ نقدِ جاننش در بیعانہ دادند  
 فریبِ نعرۂ مسنانہ دادند

بیاں چنداں پریشاں شد کہ مطلبِ زبیاں گم شد  
 بد و آہ سوزانم سرا سراسماں گم شد  
 کفِ خاک پریشاں گشت شہتِ تنہاں گم شد  
 ہمیں سختی است از دلِ دہانِ من باں گم شد  
 زبانِ من اگر گم شد یقینِ اندیجاں گم شد  
 یقینِ کردہ ام پیدا از اں ہم دکان گم شد  
 تحمل بود گر مارا دریں بار گراں گم شد  
 سوارے دیدہ ام در رہ کہ از دمِ غلام گم شد  
 بکجِ زنتی گویم کہ عمر جاوداں گم شد

ہیں صحت بہا کہ درخور دسر پل می شود  
 کوزہ قد و ہن را خندہ قلقل می شود  
 از نگاہ ناز تا راج تعال می شود  
 طالع ناکام من محو تا مل می شود  
 ہر رویش در حق مسکین چو کمال می شود  
 کبک بر خسار و زقار تو چیل می شود  
 دیدہ در ازل نظر محو تا مل می شود  
 ہمو آں گوہر کہ حیران تعال می شود  
 شانہ در زلف تہاں دست تطل می شود  
 زربہ غم گنج و کان زینت کل می شود  
 توکل می شود

ہر تعارف پیش این نمان تجاہل می شود  
 نریت کاہل  
 کابل می شود

ہر چند رم ز مردم چشم آں غزال کرد  
 چندیں گہر ز آبلہ با پائے مال کرد

تول می شود  
 آفتاب بیت از جوش طربل می شود  
 چون گہباں دزد باشد مال مردم آں شود  
 بحث غیر آنجا کہ بخشد بے مال کام گیر  
 در شب ہم بہا رعینہ خواہد جلوہ کرد  
 میکنی گلشت کہ سارے بت جاد و حرام  
 و زنیہ آنکہ خورشید است یا جاسوزین  
 را نیم از کونے خود من پیش و پس دادم قدم  
 قوت سرخچہ افزاید فریجی را بہند  
 میسران متاخنیں دلاں دست غیب  
 شیرال بدر آید از لبہ نان ہلال  
 جاہلی عدا بود سرمایہ تو دوستان

تا تو ان عشق کرد  
 رستہ بینی کہ

بیرون زدنت دل نتوانم قدم نہاد  
 در یاد دل شوق براہ طلب بہا میں

ز غفل من کنوں وہ چہ فلک بکام زد  
 شکر گزار شایقان چون نشو نہ ہر ماں  
 مت شد و شکست خم جام بنگ زد دگر  
 دناغ بود ز شرم آں محو بود بکاستن  
 گشت ہا ز بند خود ماند بقید او اسیر  
 مہر سپہ بے ثبات آئینہ دار آفتاب  
 ہو شر بائے انجمن یوسف من شد آفتاب  
 رہزن غمزدہ از حجاب پا بروں کجا نہا  
 بہر تلاش عقل دیں من چکنم کجا روم  
 آزدہ و ترندیت خیم چس چوں زہر چک  
 پیک مہاجرا ہر سوز تو حکایتی محرو  
 عنبر زلف بو ز دسیم برم کجا بود  
 نوبت شادمانیم در غم تست دل نواز  
 نماز کن بیا گو با کہ شدی تو نام زد  
 حزن چو سر گشتی کند بیج جزاں گوی عشق

”نماز کن بیا گو با کہ شدی تو نام زد“

غنچہ شمع ساں از یک نفس گل می شود  
 خون ما از جوش سچوں آب رز گل می شود  
 ہر گیارہ گل زمین نماز سنبیل می شود  
 ہر سوادے ریاض حسن کاکل می شود

ز اہداز پیشانی تو رویا ہی ظاہر است  
بارہا سر و گلستاں دیدہ ام بکشت نشد  
دین وایاں را سلم گشتہ سیما دگر  
شور بحر شور در چشم نمی آید زور  
در زمین دل نشاءم سہ و چنا دگر  
ہست طبعم بحر شیریں گہرائی دگر  
بے نیاز عشقم و در بند شکستہ تر نیم  
دارم از چشم و دل خود دشت و دریا دگر

یار تبہ حے بدل سخت یار بخش  
یار بیاں صفت کہ کوئی گل بخار بخش  
با صبر وافرے بمن بقدر بخش  
این خایم بدین و مرا آن بکار بخش  
مجنوں گہر ز آبلہ پا سخن بخش  
تخم امل بجا کہ رہ انتظار بخش  
از خون من بہت بلوریں بکار بخش  
جام حیا بنر گیس منمور یا بخش  
ساتمی از دست تست مرا خوشکار بخش  
جامے گہے نہان و گہے آشکار بخش  
داغ غم خزاں بدل لالہ زار بخش  
دست و دل شکستہ مارا بکار بخش  
گنجینہ اسیت این بدل از دوار بخش  
داغ ز دست خویش مرا یادگار بخش  
اے دوری چرخ گریہ متانہ ام بیا  
دروی غصہ صفا طرب ہر چہ میدہی  
مست نگاہ و خندہ لعل لب تو ام  
آمد بہار و چہرہ زہے ہمو گل بکن  
اے شوقِ دل کا درچاقتا دبا شکست  
اید دست درد داغ محبت چہ سیکنی  
دانم نشان ز دل نگہ ازی بسینہ ام

چوں بلبلم چرا بگلستاں نمی برد  
 شوق گل رُخے کہ ترا ہر زہ مال کرد  
 یک آبلہ نہ لب بجواش ہی کشتا  
 ہر خار خشک گر چہ زبان سوال کرد  
 جز در و لدا ریا را نیست چوں جائے دگر  
 چوں تو اں رفتن ازین لجا باو آدگر  
 ایکہ یاسن نامزد گشتی لجا لم ہوش دار  
 تا مگر دمی در جہاں بدنام درو آدگر  
 چوں شود انجام کا عشق یار سنگدل  
 من بیکے بے صبر دل ہم ناتکیبا آدگر  
 در علاج ما طبعیاں عاقبت عاجز شدہ  
 ہر کچے فکرے کند ہر دم زندر آدگر  
 تا تو در باز ا رفتی سر سبز گردیدہ اند  
 آرزو جان و مقصود دل عاشق توئی  
 ساقی دوراں بکام ما زیزد عرسہ  
 گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چین  
 رفت او بہر تماشا شد تماشاے دگر

طالع پر کار و اریم دہمی نازیم عشق  
 دست او از بہر سیر ما شدہ پائے دگر

بہ ازیں اندیشہ ایدل کے بود آدگر  
 در تلاشِ خوشیتن با شیم چو یائے دگر  
 راہ او مشکل گذارو من ہیں سرگرم شوق  
 پا نہا دم رفت طاقت چوں نیم پائے دگر  
 با قسم از دردندان ز اں یاقوت لب  
 حرفِ حرفش میچکد کو لولائے دگر  
 بزم مارا احتیاج بادہ انگور نیست  
 زانکہ می با شیم ہر دم مست بہا دگر  
 دست زیر رنگ تہنا از دل جاناں نیم  
 ز آسمان اریم بر سر سنگ خار آدگر



عشق است و کنوں گاہ گنہ مالہ سرو  
کو لطف بیانش چہ شد آں طبع روانش

ثبات بر دکنم چہ دماے قدیم خویش	بیرون نمود است ز لطف عمیم خویش
آخر چگویمت کہ چہ برین رود بہ ہجر	ہرگز نہ گشتہ ام چو دے ہم بدیم خویش
عین البقیں ز روئے تو مار انصیب نیست	تا کہ بسر بریم با مید و ہم خویش
گہاے ز شکفتہ بند با ز غنچہ ہا	نماز کردہ ایم بگلشن نسیم خویش
فریاد و بقراری ماییت بے سبب	آخر چہ چارہ بود ز صبر عدیم خویش
منت شناس جو ریتاں گشتہ ایم باز	مایم و بندگی خداے کریم خویش
آزار داد ایک خیال رخس مرا	مجنوس کردہ ام بدل چوں حجم خویش
گمزدہ جو ز خویش جفا کار گوش دار	لبائے وفا و ہم ز عظم ربیم خویش
بہنی سہ سلامت من استقامتم	ثبات قدم شد م برہ مستقیم خویش
گوید مدار بیچ زمن چشم عافیت	بیار ز رگس تو کہ کردم حکیم خویش

اے عشق دیدہ کہ جہانے نمودہ ام  
حیران تندرستی فکر ستم خویش

تعالی اللہ اچا ایہ عالم کرد مشہودش	بتلی پردہ نور سے دران بنید موجودش
بزلف بقیران خود ہی مہنی جو موجودش	چہ پرسی از دل نا کام ہا ز انہم فقودش
شب زلفتش کہ ہر دم با چشم جلوہ ندش	سہر خورشید حسن آمد فرد غزل ممدوش

بے اختیار دل نشو و بیش و لبسِ لعل  
 گر سوزِ شوق شعلہ گزے میدہی پیغم  
 یارب مرا ز لطفِ خود ایسا اقتدار بخش  
 اے کار سازِ دل بہرِ سازِ کار بخش  
 بے زردار عشقِ گل داغِ مفلسی  
 از تخمِ آرزو بدلِ خودِ شترِ بخش

از دیدہ نادیدہ چہ باشی مگر بخش  
 اقبال ..... ہر دو جہانش  
 پر شورِ جہاں شد چو ازاں ز گسِ تماں  
 گریہ و غم ..... ہر دو جہانش  
 قطعِ نظرم چون نہاید ز دو عالم  
 تیغِ سستے کز دلِ سختِ آفتاب بخش  
 از سردیِ بازو و فایہ گویند  
 نازِ سانِ دلِ من شکوہ سوزِ دلِ دوزخ  
 از تیغِ نگاہت نتوانم کہ برم جان  
 آنرا کہ کشی نقشِ رخِ خویش پدیدہ  
 از پائے گنبد است مرا شوقِ رفت  
 معراجِ من دل شدہ اے چرخِ بہشت  
 زخمِ چو کند شکوہ لب تشنگی از تو  
 دوزخِ بلیدم دل چہ ازاں ترکِ جہانش  
 بے سایہ خدا یا نشو و سرورِ دانش  
 رقم اگر از پائے بیقیمت بزمِ دانش  
 از تیر و گر باز تو اسبِ ہاش  
 بآئکہ ہتی گشتہ نہ از تیر کمانش

۱۔ جہاں کہیں نفطے دے گئے ہیں وہاں کے الفاظ نہیں پڑھے گئے۔ ۱۲۔

ورسبل تو غنچہ دل تازہ گل شکفت  
 آئینہ کہ صورتِ نیکو نمود ہ  
 کم فہم نیستیم بابس اشارتے  
 شد و صفِ بشارت تو چوں از بیاں برآ  
 رنگیں کنیم دامنِ محشر ز اشکِ غن  
 ضائعِ محنتِ نجمِ اعل در زمینِ دل  
 ہرگز روماد از زود کوب و لنتش  
 ایں طرفہ عقدہ کہ ز بستن کشودہ ایم  
 ماہم بچشمِ روئے چو باہت نمودہ ایم  
 تا صبح برو کہ آہنچہ تو گفستہ نمودہ ایم  
 و پرودہ تنائے تو خود را ستودہ ایم  
 از لبکہ گو دامنِ ناز تو بودہ ایم  
 اسے چشمِ ناز دانہ گو ہر درودہ ایم  
 روئے ادب کہ بر درجہ نوسودہ ایم

یاد آں زماں کہ عشق بمیدانِ امتحان

از ہر کہ بود گوئے سخن ما ر بودہ ایم

و چشمِ رویت تو برو یا غنودہ ایم  
 یک بحر اضطرابِ عشق تو بودہ ایم  
 تا شیر گرم آہِ سحر از مودہ ایم  
 ہشیارِ یسج کہ ز تو غافل نبودہ ایم  
 کز خرد جزو تن کفِ افسوس نہ ایم  
 تا پڑہ ز آفتابِ رخ او کشودہ ایم

بے پردہ دیدہ ایم رخ پر حجاب تو

مشکل بس ز لطفِ صبا چوں کشودہ ایم

دانی تو لطفِ خود توئی عمر عزیز ما  
 فرقی دلا میانِ حیدر و قیوبِ نیست  
 اندوہِ عشق از ہمتِ تادی چو خوشتر است  
 آسودگیِ عمر ز لطفِ فزودہ ایم  
 در خلوتے کہ محرم اسرار بودہ ایم  
 دل را ز گردِ کلفتِ دنیا زدودہ ایم

لب لعلش کہ خط سبز دار و مشک کدو شش  
 رخس گر بجز خورشید دل سوزان من عودش  
 دل بجای رہ مارا علاج نیست چوں باشد  
 پس ان عمرے مرا خوش کرد زان عهد کہ من انعم  
 غبار راہ شد عاشق بدامان صبا افتاد  
 چه کریم شمع چشم من بسوئے من نمی بیند  
 نگاہ کن طول سحر دولت بسیار شیدایت  
 چو زخم بر سر بالین سیمای غمت دیدم  
 بدل گرد غم دوراں بلای بود اسے قی  
 مغنی دل برد از من انعم چون کیس آب رم  
 رخس در سادگی سوز دل جان امید نم

ز بس میناب گشتم از خدا خواہم کوت عیش و شوق  
 کہ ناخن ن بدل شد ناہائے درد آلودش

باتامت خمبہ کمانے نمودہ ایم  
 ہر کہ بعشق زو طبعیت نمودہ ایم  
 عاجز شدت غم بے آزمودہ ایم  
 مست نگاہ بر لب تر غنودہ ایم  
 دل را شکست ننگ غمت جو تمام رحمت  
 ہر دم ز آہ تیر ہوائے کشودہ ایم  
 عاجز شدت غم بے آزمودہ ایم  
 از چشم پر خمار تو عظمت ربودہ ایم  
 زیں بادہ کہ کم شدہ مستی فرودہ ایم

آبے بروئے کارِ خود آورده ام را شک  
چشم ہمیں بود کہ ازیں خوب تر کنم  
سیرِ عدم و مانِ تو بنمود بارها  
عمرے بچین زلفِ تو خواہم سفر کنم  
شد خانہ ام سیاه تر از سقفِ آسمان  
از بیکہ دو دو آہ شبِ روزِ سر کنم

شد آں پری شیشہ دل جلوہ گرِ عیش

دیوانہ وار از چہ بہر سو نظر کنم

پیرانہ سر تلاشِ مضامینِ تر کنم  
پیری و شعرِ غیرتِ شیر و شکر کنم  
ہر دم ز تو تھل جو رہ و گر کنم  
ہرگز گماں نبود کہ صبر این قدر کنم  
دانستہ زو تجاہلے اے دل شود ز من  
باشد کہ از تغافلش اورا خبر کنم  
دریوئے گداز تو اکیسر گشتہ ام  
اے سیم تن ز بہر تو تا فکرِ زر کنم  
دانکہ کامِ تشنہ دیدارِ رشده  
چشمے اگر بشوق لبِ نوشِ تر کنم  
از بس مہربانیہ بیچ نیر زو درین ماں  
خاموش از اں شدم کہ عیبِ بہر کنم

نازم بدستگاہِ خود اے محشوقِ غمش

کز چشمِ و دلِ تدارکِ مددِ بھر کنم

چندانکہ من برو دلارانِ نظر کنم  
حسرتِ بدل زو دیدنِ تو نہیں کنم  
گویا کہ خامہ خطِ شوقِ تو گشتہ ام  
حرفے نہ سر کنم ز تو تا چشمِ تر کنم  
گلبھائے تو شگفتہ شود باز غصہ ہا  
آہے اگر رفیقِ نسیمِ سحر کنم

دارد زین سوخته دل چه آبله  
بیکار و کشتن این همه خزن در دوایم  
بر فرق سخت جانی خود خاک کرده ایم  
سویان نفس شد و مہلہ لباس سوہ ایم  
بنیم طاقے مگر اے دل بخواب ناز  
گشتم نقش فرش براحت غنودہ ایم  
داریم چشم غفو خطائے چورقہ است  
با خود نبودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

دروست ماز خامہ جاد و فریب عشق

آمد کلید و زراں در دلہا کشتہ ایم

خال ترا کہ مرد مک چشم تر کنم  
نقشت چگونه دور ز پیش نظر کنم  
پروانہ وار آتشے در بال پر کنم  
پروانہ وار آتشے در بال پر کنم  
حرف بوصف زلف شود عقدہ دگر  
زین نافہ ہائے شک چوں در جگر کنم  
بر شمع داغ شوق تو پروانہ گشتہ ام  
کے خویش را ز لذت و صلت خبر کنم  
نازم بضعف خویش کہ اندر ہوا شوق  
پرواز را بسوئے تویہ بال پر کنم  
باز آئین خود چو کند گرم آن نگار  
سوہ ای نظارہ من این چشم تر کنم

ترس و ہراس بل ہوس را مسلم است

عاشق شدم چو عشق چہ پروا سر کنم

تاکے در آرزوئے تو خوں در جگر کنم  
بگذارتا برویتو یک دم نظر کنم  
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم  
در خامہ جائے حرف سلسر سر کنم  
چشم عنایت تو جہانیت از رقیب  
من تاسکے زویدہ حسرت نظر کنم

منتِ لطف و کرم بر سرِ شیدا کی نیت  
گرا دمی نہ کنی وعدہ بسیار بزد  
دور اندیش چو باز بیک چرخ است کنو  
تو خدا نبیؐ  
ایں قدر بہت کہ احسان جفا می بینم  
بہر خود آں ہمہ سامانِ قضا می بینم  
کھئے <sup>۱۵</sup> دعا می بینم  
روئے بتان من رائد

آسود نگردم نہ ز رفتارِ نشینم  
از کوسے تو بادیدہ خونبارِ بستم  
من سرمہ و کفّش قدمِ شیم دریں راہ  
شدنکر کہ زیں داغ کہ زو بر سرِ من یاس  
آں زلفِ گرہ گیر مرا رشتہ جاں شد  
عمریت کہ داغ دلِ غم گشتہ خوشیم  
در کوسے تو چوں باد ہوا تند بود آہ  
دارِ فکیم خواب شد و کیت مبست  
روئے دلِ خود کرد و جہاں سکتو کر دم  
رفتن نتوانم بسرِ ساقی و ساغر  
مانندِ نقضِ گرم رہش عشقِ چو گشتم

۱۵۔ جہاں کہیں نقطہ دے گئے وہاں کے الفاظ بڑھے نہیں گئے ۱۲

حُسنِ چوں عشقِ چو در بندِ حیا می بینم  
 چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسامی بینم  
 کس ندید است و مبادا که ببیند گاه  
 دل چوں سنگِ بتان آشفته و از دلِ من  
 به تنِ سنگِ شدم داغِ چنیں می باید  
 داغِ ناکامی دل تیر سپر میگرد  
 بنگهتِ گلشنِ امید کجا رفت کجا  
 بے سرو پا ئی من نیز بجائے بر سال  
 چیں به پیشانیِ دلبِ پُر ز تبسم چه بود  
 کس ندید است بے سوزشِ غنچهت ایجان

دلخراش است بسنا ز زارتِ اعشق

در سخنِ گرچه ترا هر زده درامی بینم

کل این فتنه بدامانِ هوا می بینم  
 خوبی و ناز و داد از انِ شامی بینم  
 این دلِ تنگ چه میدانِ فامی بینم  
 عالم را همه حیرانِ بقا می بینم  
 دلِ تنور سے شد و طوفانِ بکا می بینم  
 کینه تو به که در جانِ وفا می بینم  
 خوب رویانِ جهان را همه دیدم تا  
 یاس و امید بهم فوجِ کتیهها دارند  
 جلوه پردازی تو گرچه پس پرده بود  
 سر و مهری بستمین چه اثر کرد به من



چوں بجز نجات نروم من چه تفاوت  
از شرم حجاب تو اگر دیده بستم  
بر تو سن شوق تو دریں راه خطا نک  
این است فروغ من مہجور کہ شب  
را ز تو شد محبت مقامیکہ در آنجا  
عشق است از پیشہ ہوس شیوہ اغیار  
در بزم تو گر اندک دیار نشینم  
صد شکر کہ در گلشن دینار نشینم  
چوں رفت مرا طاق ز قمار نشینم  
چوں شمع ز سوز دل خود زار نشینم  
فارغ ہمد ز اندیشہ اظہار نشینم  
در زمرہ کفار چہ دیندار نشینم  
بیہودے گشتہ ام ای عشق بہر سو

زیں پس بد چید کرار نشینم  
گشتم ز ہنر بلکہ گرانبار نشینم  
از جو رو جھائے تو کہ رفتن ننوام  
سودائے تو جائیکہ نباشد بود آہ  
کار من دارفتہ سر وصل تو باشد  
سرگشتہ شوقم نہ نشینم چو نشینم  
از قصد عدا ہم جو بود گر بد را کی  
لے غیرت سر شیبہ کوثر ز لب خورش  
مشتاقی و دیدار مرا مانع رفتار  
عمریت کہ رفتم ز دولت ہمچو ترسم  
یوسف نفرو ششم سربازار نشینم  
در بند و فائے تو گرفتار نشینم  
در آتش این گرمی بازار نشینم  
ہر جا کہ نشینم بسر دکار نشینم  
بر خاک رو آں بت عیار نشینم  
بحکم تو بر خانہ گنہگار نشینم  
در یاب کہ بس تشنہ دیدار نشینم  
خیرم چو ازیں در پس دیوار نشینم  
تا کہ بدرت شوخ دل آزار نشینم

یک دم نبود پیش چو بسیار نشینم  
 رفتم که در آن کوئے مشکار نشینم  
 چون سایه گراں سرسپ دیوار نشینم  
 بیکار نشستن بدش گر چه فضولی است  
 باشد که شود راست مرا کار نشینم  
 بیل شده ام بر دیر دلدار نشینم  
 از غیب مگر عقدہ کارم بکشاید  
 مگذار که در حسرت دیدار نشینم  
 یک چند بے دیدن آثا نشینم  
 با گرد خضامت برسد شور قیامت  
 بے یار نشینم که دل افکار نشینم  
 از عشق و وفا پاک نمودم بد را و  
 بیار چنین ساده دیر کار نشینم  
 حرفی نگویم گوش و نگویم سخن آه  
 بنموده ام اقرار بیکار نشینم  
 خواهم که ترا آئینه دل بسنایم  
 بنگر که چه باد فترا سرار نشینم  
 در کوئے تو چوں بادل و اذوقه خود  
 تا که هفت ما و ک انظار نشینم  
 سہی پاره دل در بیل و هیچ نگویم  
 زنگار شود جوشن آئینہ ام یکا ش

ہر لحظہ ہر زمش کہ بود رزم گر عشق

آساں روم و آہ چہ دشوار نشینم

در خانہ خود بے تو اگر یار نشینم  
 ہمدرد خود اے آہ ندیدم چو کس را  
 بیزار چہ از در و دیوار نشینم  
 انگشت نامیکندم مشعل آہم  
 غیر از دل خود با کہ بگفتار نشینم  
 بر خیز و بروی شوم گر چہ زہر سو  
 گر بر و تو ہم شب تار نشینم  
 ناچار در آن کوئے بعد از نشینم

بازست مرادیدہ براہ تو ز عمرے      مشتاقی نظارہ نگہدار نشینم

پنہاں دودم بیکہ براہ تو خموشی

چوں بوئے بزمِ گل اظہارِ نشینم

ہر چہ خواہم کہ ترا مہرباں کنم      از سخیِ خویش ویش وے بگماں کنم  
دستے براں کز وہ ام تاروم روم      این بیچ و تاب و رگر از میاں کنم  
تا نفس گسسته نماید زیادِ او      آنرو گنج کہ آئینہ امتحاں کنم  
ہرگز نمی شود بہنرم عیبِ شمتاں      گر عیبِ خویش را بہنرم دشتاں کنم  
کردم خیال تا حد و شکم کباب کرد      اشکِ ندامت است کہ ہر دم زوداں کنم  
ز گیتی است لازم ہر سبزیِ نشاط      این بختہ را قیاس من از رنگیاں کنم  
ز گیتی سخن نبود خوشتر ز درد      بوئے کجا ز رنگِ گلِ رغواں کنم  
در بحرِ شوق کشتیِ دل می کنم رواں      یا رب ماں بدہ کہ زبانِ دہاں کنم  
گر کار بر تو سخت گرفتم دلا بشت      ہم کار و اں ترا کنم و کامراں کنم  
آن زلف و حال را کہ بیک چشم دیدم      در عشقِ پاس خاطرِ خود کلاں کنم

اے عشقِ غم ترا شئی من کوہ کند نیت

فرما دقتِ خویشم و شیریںِ زباں کنم

دل را تہی ز دردِ تو جاں چیاں کنم      تا کہ زباںِ شوقِ تو عاجزیاں کنم  
ہر دو دہ گرم نگاہے نمی کنی      زبیں اہر تیغِ برق ترا در میاں کنم

ز گینئی طبع خوش اطفال نمایم چوں لالہ کہ درد من گہا نشینم  
 نازم کہ گلِ محسّر من این خارے من شد  
 تا عشق دریں نرم چو گلزار نشینم

از چشم تو ساقی نہ بامکار نشینم دنیا ہمہ دوزخ شدہ زیرِ جوشِ خلافت  
 گر صلح کنم پیشہ بگلزار نشینم از جانِ نرم هیچ بعدِ عشوہ دنیا  
 در شوقِ نگاہِ تو کہ ہستیا نشینم مہرِ رخ تو گشتہ زہرِ ذرہ نمایاں  
 زیں ضعفِ بتر آدم دیدار نشینم ہمدوم را کیت بجز ذاتِ سبحا  
 در عشق لبِ حقیقہ تو بیسار نشینم در خواستِ غافل کہ تو دارسی چہ نماید  
 چوں منتظرِ وعدہ و اقرار نشینم روشن ز رختِ برج کہ ام است اندام  
 لے ماہ چہ شبہا کہ نہ بیدار نشینم عیشِ دگراں را بکیم از چہ منقض  
 ہر جا کہ روم بادل انگار نشینم از جانِ خود و جلیہاں بگذرم اما  
 ہرگز نہ جدا از تو دے یار نشینم فرمان تو بر جانِ من خستہ روان است  
 تکلیف مرادہ کہ روا دار نشینم

با عشق سخنداں کہ دہدادِ بیاں

بنشینم و با دفترِ اشعار نشینم

با طبع چو یوسف سرا زار نشینم بنشینم و چوں صورتِ دیوار نشینم  
 ہر خار دریں دشت شود دشتِ نعم بنشینم ہر جا کہ نشینم پئے ایثار نشینم

گرچوں شررِ جہم ز دل پہ چونکے تو  
 از صحبتِ گراں بگر فتم گراں چہ را  
 ارزاں براہِ شوق تو خوا گیاں کنم  
 زیں شرم آبِ تیش رنگِ بیاں کنم  
 فکرِ رسا بطبعِ رواں ہنساں کنم  
 نے من سخن شناسم و نے نکتہ دروے

خود را برائے عشق ہمیں ترجیاں کنم

بے اختیار مالہ و آہ و نفاں کنم  
 بر سوزِ داغِ ہجو تو صبر و شکیبہ چیت  
 سامانِ فاش کردنِ رازِ نہاں کنم  
 خواہم کہ پردہ دارِ می از کتاں کنم  
 فریادِ ہا کہ بردِ دیرِ مہاں کنم  
 محو از خیالِ گلشنِ وہم آشیان کنم  
 گریے نیم کہ پیرِ می کارِ رواں کنم  
 آں سیرِ ہا کہ خارجِ کونِ مہاں کنم  
 آفتِ ز پائے و نازِ ترسِ گراں کنم  
 تاکِ فغاں ز دروغِ غمِ جاوِں کنم  
 نظارہِ بہارِ خوشِ این و آن کنم  
 زیں پس روا نہ پیشِ کسے پیکان کنم  
 یادِ رنجِ نیت از دل و ارقہ ام بریں  
 گردِ شکرِ ضعفِ نزاکت نمی شود  
 از لطفِ گاہِ گاہِ تلی نمی شوم  
 لطفِ غضبِ بادلِ رغائے باغِ حسن  
 از بیکہ رشکِ قاصدِ خود می کشد مرا

از شعرِ عشقِ سامعہ افروزمی شوم

زیں خو تر چہ تحفہ ہر نکتہ داں کنم

سُکُشِ نمود و در کُشی ہائے چشَمِ او  
آر و دگی بر نگِ گلِ تازہ خندہ زن  
از ہر غم تو گریہ شادیِ فزون ہیں  
کائے زچرخِ نیت غورِ نیا ز را  
بستِ بیاہے حسرتِ دیدار گشتہ ام  
بہرِ شگفتگیِ نفسِ بلبلاں بس است  
چوں قصہ فراقِ نشد از بیاں تمام  
ما قدر دانِ جاں بخو کجِ من کمن

خود را چگونہ داخلِ دردی کشاں کنم  
در حیرتم چہ چارہ ز خیمِ زباں کنم  
سیلے ز کوہِ صبرِ بدیں دواں کنم  
پامالِ گردِ خویشِ براں آستاں کنم  
دل را ز دیدنِ تو کجا شاداں کنم  
خواہم نیم دور ازیں گلستاں کنم  
خاموشیِ گزیم و صد داتاں کنم  
جنسِ گراں بہائے سخنِ رایگاں کنم

از فرطِ ضعفِ بیکہ چو را ز نہاں شدم  
من را رِ عشقِ را نتوانم نہاں کنم

جاں ہدمِ عزیز و چہ بردلِ گراں کنم  
را بے کشادہ سوئے تو گردِ یقینِ ما  
گوئی بباغِ حسرتِ لعلِ تو بلبلم  
پراز گلِ بہارِ کنم دامنِ خزاں  
داغِ فیرِ دگیِ خزاں گشتہ ام کیا  
ابرِ عسیمِ نگاہِ کہ دارد تر شے  
بہچوں زباں مرا بنود اعتبارِ دل

ہر دم ز درِ عشقِ زبناں زہِ جاں کنم  
از بے ثنائیِ تو طلبِ گرتاں کنم  
عمیہ بر چہاں کہ بشور و فغاں کنم  
مانند غنچہ خندہ اگر یک ہاں کنم  
دیگر گلے شگفتہ دریں گلستاں کنم  
از قطرہ تشفیِ دریا کشاں کنم  
نیاں کجا کہ محرمِ را ز نہاں کنم

گم گشتہ بدت کسے کے قند عبت  
نیر و عا کجا ہدف مد عا کجا  
گر چشم یار می کند امداد و گردن  
جانتک گشتہ است بدر و نکست ازل  
از شرم سرگرائی ناز و نکست  
چوں زور و ناتوانی خود تھا کتم

پاداش بنتے کہ نہ عشق از ستم  
جان ہم فدا آئے ان صمیم دلستان کتم

تا از گداز عشق تو روشن بیاں کتم  
مت شراب عشق شود شاد و غمش  
بگدشت موسم بہار و زمان خزان  
گلچین باغ حسرت نظارہ ہم نیم  
پیری رسید خواہش عشق و نشاط بیت  
زین ہوش ساقیا چہ خطر ہاست و کمین  
صدر خنہ کرد بر ہدف آرزو دل  
کارے ز چشم و گوش و زبان و دلم نشد  
در گرد راہ منزل مقصود گم شدت

شمع و باغ سوز جہانے زباں کتم  
بنگر کہ گریہ نیز تبسم کتباں کتم  
زین چشم اشکیار تماشہ ہماں کتم  
از بیکہ پاس خاطر تے باغیاں کتم  
رنگینی بہار و حیاں و دغزاں کتم  
لطفے بمن کہ میکہ دارالہا کتم  
دست دعا خویش کہ تیر و کماں کتم  
در حیرت چہ شکوہ وضع جہاں کتم  
یار چہ فکر غارت این کارواں کتم

آتشِ بسینہ دارم دودِ ازاں کنم  
 چرخِ ستم شعار ز برتے کجا کند  
 از نورِ داغِ عشق تو تا ہم چو ذرہ  
 ہر دم غم تو گر چہ فزوں ز فزوں شو  
 صبرم ر دست رفت بیا ناصحابیا  
 زاہد اگر تو عاشقِ حورِ جہاں نہ  
 مجنونِ فصلِ گل ز چہ بیکار ماندہ است  
 مشتِ غبارِ من ز پے بہیری بست  
 از من نماند گر چہ بجزِ مشتِ اتخوال  
 اخلاصِ عشقِ بہت ز اظہارِ بے نیاز

نکمن نشد کہ داغِ دل ببقیرِ عشق

مہربانِ زبانِ ملامت گراں کنم

از شرمِ عشقِ مہرِ ادب بردہاں کنم  
 رنگِ بہارِ وصل ز یادِ دم نمی رود  
 تدبیرِ باز گفتنِ رازش ہمیں کہ من  
 گمنامِ ہم کبشتِ شناسد چو عا ر خود  
 از دورِ باش نالہ آتشِ فشانِ خویش  
 با خویشِ چشمِ شوخ ترا ہنریاں کنم  
 ہر دم کہ خوشچکاں بجدائیِ فغاں کنم  
 لختے ز دل بگریم و آنرا زباں کنم  
 پیدا براے خویش چہ پیامِ نشان کنم  
 برے نیافتم کہ خسِ آشیاں کنم



در چشمِ آنکہ (گاہ) تو مہاں نشوی رہیں  
 از شورِ خندہ لبِ شکر نشانِ او  
 عمریتِ گرچہ یارِ ز من جملہ غافل  
 دار و بکارِ خویش ہمارے خندگاہ  
 در چشمِ شوقِ بس کہ نگہِ خار گشت  
 شمعِ مرا دینِ تو چہ گرمِ تفسال  
 قیمتِ نگر کہ دوستِ نگر دید دوست  
 جانِ منی و دلِ شدہ دولتِ سرا تو  
 داغِ یکہ چشمِ داشتِ دلم از مہی کنوں  
 رونقِ فزائے دلِ شدہ نیز نگاہِ عشق

زین باغِ دور زنگِ بہارِ روزاں کہم  
 از دورِ سجدہ ہم چو فلکِ ہر زماں کہم  
 آئینہٴ وصالِ تو تا کہ گساں کہم  
 دلِ را نصیبِ زود عہدہٴ غلطان کہم  
 پیرانہٴ سر چہ فخرِ ز بختِ جواں کہم  
 عمرِ دوبارہٴ وصلِ تو بختِ ما گرام  
 گم گشتہٴ ام کہ رہبریِ ساکاں کہم  
 چوں منزلِ نخستِ طلبِ بہتِ بیخودی  
 چنداں طیم کہ راہِ تریبِ نشان کہم  
 از ترکِ نقشِ پایے چو پرداغِ شدولم

اول دہانِ خوش بہفت آبِ شہرام      از نام او کہ خشک پیایے زباں کنم  
خوش مصرعے چو نیت بدیوانِ باغِ عشق

آہے بزمِ سائے سرور و اں کنم  
بیش از شمارِ شکوہ جو رخس چیاں کنم  
دانم کہ از کشاکشِ شوق وصال تو  
بگسستہ عاقبت ز تنِ خود و اں کنم  
افتد بیت گرسر زلفِ درازِ او  
از دل چہ گوہر کیہ دریں سیماں کنم  
از شہرِ ہوش تا بر سپرِ مہاں برم  
بیناے عیش ہر دو جہاں انہاں کنم  
این است گرو از شمسِ ساقیِ روزگار  
دل خون در آرزوئے ارغواں کنم  
سنگِ نشانِ براہِ نوشد سخت جانم  
کے سنگِ راہِ وصل تو خواگاہِ اں کنم  
باشد چہ آتشِ بدمِ شعلہ زنِ کزاں  
بر چرخِ تیرہ نام گمانِ دغاں کنم  
در ہجرِ جوشِ داغِ لیرہ وزیم مہر س  
اخترِ شمارِ دیدہ گوہرِ فشاں کنم  
ہرگز گمانِ نبود کہ اسرارِ عشقِ را  
رسوا نہ داشتہ بجے در میاں کنم  
یجبارگی بجا زباں گز کم خوش است  
جان و دلیکہ بر سرِ کارِ زباں کنم

روشن سوادِ حسنِ خطِ او دلم شود

در مکتبِ تو عشقِ اگر درسِ خاں کنم

وصفِ ترا کہ لذتِ کام و زباں کنم      خوش لقمہ بود کہ زیاد از دہاں کنم

داند پیہ بمنزل مقصود بردہ ام  
 خونم حلال و دختر ز می کند از ان  
 آلودہ از شراب نشد و امن بلم  
 بار نشاط ہر دو جہاں از سرم نکند  
 زیں چشم و دل ہمہ ناکام ماندہ ام  
 و در و دل ست باعث تا شیر در سخن  
 در مجلسی کہ گوش تو ان نند زبان مابش  
 از آسماں کہ روئے بآں نشان کنم  
 من ہم حرام دانم و عقد رواں کنم  
 ہر دم چو مستی ز دل خوچکاں کنم  
 از در و بس گراں تو کئی لگراں کنم  
 نامے بلند کاش طفیل زباں کنم  
 این نالہا زار ز در و گراں کنم  
 ارشاد صاحب مت کہ در و زباں کنم

از بس کہ تنگ تر ز دہانش دلم شد  
 خوشتر ہمیں کہ حشوق سخن ہاں دہان کنم

ایکہ گفتی کہ منت روئے بدیدن نہم  
 آہوئے چشم ترا کہ دل من صبر ر بود  
 تا پریشان نشود بجئے ہواداری من  
 گر رسد زان گل خسار مرا بجئے وفا  
 از دل جو ر کشم رنجہ شدی اسے ظالم  
 کا سبیل نبود رقص روانی ہمدم  
 گوش کن من بخودایں حرف شنیدن نہم  
 از نگہ دام کنم با ز رمیدن نہم  
 باد در کوچہ زلفت تو فریدن نہم  
 رنگ ز چہرہ امید پریدن نہم  
 تو بہ کردم کہ دگر آہ کشیدن نہم  
 دل خو گشتہ خود را بطہ پیدن نہم

سلمہ۔ عقد رواں۔ ممتہ ۱۲۔ در صراح اول ما لباً "خوف کس" مراد کہ شدہ ع۔

زیں چشم و دل کہ من ہمہ ناکام ماندہ ام۔

در حیرتم چگونه نشد این درد و داغ او  
 باز از ناز گرم و منم تا جرنیاز  
 تا گشتہ محبت خضر لب تو ام  
 تیرستم بنگ شکبیم منی خورد  
 رسوائے عالمے تو چو پرسی کہ چشم  
 گرم ملاک فہم رسائی معاطرں  
 راز ترا کہ من ز دل خود نہاں کنم  
 سودا سودیت چہ فکر زباں کنم  
 سیر بہار ز زندگی کجا و داں کنم  
 بنیابی یہسانہ پے امتحاں کنم  
 آئینہ رُخ تو چرا راز داں کنم  
 دانستہ خویش را نہ اگر نبیاں کنم

خوں کردہ ام بسینہ دل و درد ہاں باں  
 زیں گونہ عشقی ہیں کہ چہ رنگین بیاں کنم

محکم حصار گرچہ من از استخواں کنم  
 شیریں چہا بان طیکام جاں کنم  
 یارب مباد ہجوے از شیشہ جلوہ گر  
 این است ترک تازی آں شہسوار گر  
 امین نمی شوم ز شبیخون شو شیش  
 بر ہر نشان دولت روم را ہجو تیر  
 ترسم بکا عیش نشود عقدہ دگر  
 غمہاے عشق تشنہ جگر چشتم تر ندو  
 گرد آب کسریا ز نفاطل کنی مرا  
 لیکن مقام درد ترا منع جاں کنم  
 زخم تو چوں مُسانہ و استخواں کنم  
 چوں شکستہ تشنہ کہ زمرہ نہاں کنم  
 بیرون ز دست صبر و تحمل عاں کنم  
 ہر چہ دور بین نگہ دیدہ باں کنم  
 زیں با عینم اگر چہ قد غوکاں کنم  
 دامن سعی را کہ گرہ بر میاں کنم  
 آبی سبیل تا پے ایں کارواں کنم  
 جوں من کنارہ زیں کر مرگراں کنم

کے تو اس شستن بعد خم بادہ اور کٹا  
 مشت خاک یا پریشاں شد و ضائع شد  
 زنبہ نقش قدم حاصل شد قیمت ہیں  
 شوق ویدارش چہ خوابے اختہ خواند  
 خون صد حسرت بدل حل شد بہار با نگر  
 از جبین خود کہ مہر سجدہ تسلیم شد  
 ایں غزل را پایہ مدہس عرش بریں  
 اتشال مر با تا کید منظر بود عشق

اتشال امر منظر از ادب بالا تراست

ابن غزل البتہ باید گفت ما فرمودہ ایم

فرست زور و کو کہ زخم سربنگ ہم  
 اے از تلون نو چین چال زار من  
 لے کل زمین کوئے تو دارا القار من  
 بروعدہ تو بود چودار و دار من  
 تسکین نیافت بیچ دل بیقرار من  
 باغ و بہار سا ز دل داغدار من

گنجائش ندادیم عیش تنگ ہم  
 تار و زخم زنگ ریز و بہار من  
 ممکن بعد عذاب نباشد قرار من  
 کس را نامذہب دگر اعتبار من  
 تا سر مرانہ دیدیم چشم از غبار من  
 نقشے است بر مراد دل من نگار من

سطح - یہ مصرع پہاڑ جان حاج (دعائے گنج بخش) کے تحت البتہ تیاس کی جاسکتا ہے کہ ہم اس لفظ کو لے کر وہاں خود ہی نظر آئے  
 حوالہ کو حیدرآبادی قدیم بیہاں لارم برکت ہے (گور و آئینہ) (۲۲۵) سوریانی

دست شوق که مرزا و دلا در کار است  
آنچه گفتم نتوانید نشنیدی هرگز  
آبرویم همه بر باد و دهر طفل شرک  
گو بیالائے بخون دل من پنجه نوش  
گر جنوں ہست مرا سینہ در بدن نہم  
براد کیہ ترا ہست رسیدن نہم  
جیلہ سازم و ہر سوے دویدن نہم  
پشت آں دست نگارنیش گزیدن نہم  
آبرویم چو ہلاش چو کند ایماے

بر جگر عشق ترا نعل بریدن نہم  
وانشد دل خیر از عشق او تابودہ ایم  
در تماشائے بہار حسرت دل بودہ ایم  
چوں کہ زیں شرم سرا یا غرق آلودہ ایم  
راز دار خاشی در گفتگو با بودہ ایم  
را سکاں در عشق جانانیت مشق لای  
قلبیت یلے در عشق او در کاریت  
چشم خواب صل (دید) نیت گرجت سیا  
نامر اسیار از دازمان نیاز بیشتر  
جوش ز دموج شکر خند و شکر آبی ماند  
قفل بید را بنامش عاقبت بکشودہ ایم  
بلبل رنگیں گل ہر نعمتہ سرودہ ایم  
عقدہ از کاراں بند قبا بکشودہ ایم  
حرف ماہر بستہ باشد گوزبان بکشودہ ایم  
کم زتن چند آنکہ بر جاں خود فروزہ ایم  
از بر آرام چوں ل با پیش آسودہ ایم  
چوں نگاہ یار ماہشیا رخو آب لودہ ایم  
ناز بر خود می کنیم و عاشق فروزہ ایم  
بادمان از مکے آتا زہ چوں بنمودہ ایم

۱۲۔ کم زتن چند آنکہ بر جاں خود فروزہ ایم باینا کہ وزن ستیقم شود۔ ۱۲

۱۳۔ چشم خواب صل دیدے نیت گرجت سیاہ یا بد۔ ۱۲

حُسنِ معانی است دریں پرودہ جلوہ گر  
آئینہ بیان سخن آبدارِ من  
اے عشقِ فخرِ حسرتِ جاوید گشتہ ام  
ممنون پرستے نثارِ احوال زارِ من

چوں گرد باد شوق تو بانشدِ حصارِ من  
بازم کنار گیر و بیا در کنارِ من  
بشکتِ چشمِ ادبِ نگاہِ خمارِ من  
از پسِ قناد باجو تو خود کامِ کارِ من  
چندان بسکتِ ندَم کہ برقم ز خاطرش  
ضعفم گرفت عاقبتِ کارِ بارِ من  
زراں شریکینِ نگاہِ مکن نالِ نارِ سا  
پنہاں نرا ز نہاں تو بیلِ شکارِ من  
تا عشقِ آبیار بند کشتِ دل نیست  
امید برداشت مگر شعلہ کارِ من  
از داغِ فرقتش چہ بہار است جلوہ گر  
خوش جلوہ نمود و نہاں نشد شمارِ من  
اے سادہ رُوبِ آئینہ ششِ جہتِ مہتم  
گاہے نشد بغیر تو نقتے دو چارِ من  
ہر دم ز غونِ پاکِ شہیداں چو شہیدش  
رنگِ خانماں بدستِ نگارِ من

در جہتِ تم کہ عشقِ رہا چوں نمی شود

از قیدِ لفظِ فکرِتِ معنیِ شکارِ من

آئینہ ایست پر ز صفا انتظارِ من  
دارم سرِ نظارہ کلز از تازہ  
کے از دل تو دور بگرد و غبارِ من  
زیں پسِ شکرستہ و پائے شکارِ من

موی ز بحر حرقم و جوشش کا رِمن  
 شبت باز بس نمودن ہجر یا رِمن  
 از دورین آئینہ انتظارِ رِمن  
 مشکل اگر طلب کند مکلعدارِمن  
 دل را نمودن دین تنگیارِمن  
 در دست عشق او چو بود اختیارِمن  
 جز من و لے کسے نفقت در کنارِمن  
 روز شمار کے برسد در شمارِمن  
 می بیند منجوش چہ نزدیک یا رِمن  
 چوں راہ من ادب بود نیز رِمن  
 از غمیچہ نگر کہ کند گل بہارِمن  
 تدبیر و عقل ہیچ نیاید بکارِمن

جز من خود پسرا نکند نازیارِمن

از عشقِ اوست این ہمہ گرفتارِمن

آخر چہ پسری از من و از روزگارِمن  
 بر عمر خویش ناز کند مرگ انتظارِمن  
 از بہر من چنانکہ تو ہستی بکار خویش  
 رفتم ز خویشتن کہ سفر در وطن کنم  
 ہرگز خیال غیر بخاطر منیرِمن  
 زین چشم اشکبار و ز سنہ یا د خویشکارِمن  
 رنگِ طہید نم چہ قیامت بہارِ دشت  
 آزرده از تو نیست مے یار ز بہارِمن  
 مانند سایہ زو نتوانم جدا شدن  
 بیچو وعدہ تو بود انتظارِمن  
 عاقبت زندگی مستعارِمن  
 من نیز ہم برائے تو باشم بکارِمن  
 جز من مباد ہیچ مرا یادگارِمن  
 ناالم ہیں کہ باز نگردد یارِمن  
 مشکل بہ بزمِ عیش تو گردید بارِمن  
 چوں بگل بیادگر و شد غبارِمن  
 ز نہار خوردن تو بود زینہا رِمن  
 باشد غمان من بکفِ شہسوارِمن



اے قاصدِ لسنو دریاں بارگہ ناز  
شیریں نکند تلخی دشنام دہانش  
شو بیخبر و بار رسانش خبرِ من  
بے چاشنی بودن شیر و شکرِ من  
عمریت کشد زندقس طاقت پرواز  
بتیابی شوقِ ست کنواں لہرِ من

نازم ز سخن عشق ریدت بدستم

میراثِ گرانمایہ جد و پدرِ من

ہر سو رو آں شوخ و تشنیدہ من  
با ایں ہمہ وارنگی از جائے نفتم  
فریاد ز آوارگی در بدرِ من  
گوئی کہ مقام است بمنزل سفرِ من  
چوں شعلہ چو شتم ہمہ تن گرمی پرواز  
گل کردہ دریں باغ منم سرچراغ  
زلف کہ بود آنکہ سیاہی زندا تو  
مہر از دل اورفت و گرفت مثل  
سترافندم محو تو اے قاتلِ عالم  
چوں کوہِ تخیل شدہ ام بار کہ با شتم  
در چشم نگاہے شدم آہے و بر شتم  
اندیشہ ندارم کہ بعشق تو زندہ شوم  
از سنگِ راینہ بیا بد شرِ من  
یتیم نتواند بکند قطع سرِ من  
جز من کہ بود آنکہ فتد از نظرِ من  
تا گوش کنی قصہ بس مختصرِ من  
طوفانِ سلامت ز محیطِ خطرِ من

غواصی فکر تو دریں عشق خیالِ ست

دیباچہ پُر از آبِ گہر شد ہنرِ من

در دست غم اگر چه غریبے قناده ام  
 از غفلت اربابم من آتے چه خوش بڑ  
 روپوش بیکه گشته ام از چشم پوش  
 شد اتیا زخون زنتا بر درو عقیق  
 امید استوار من عہد است او  
 فرست شد کہ شکوہ ز کم فرصتی کنم  
 زحمت و دوزخاں نشود عمل آتش  
 در سیرتیم کہ گرفتار دوزخم  
 در عرض آرزو حکم عشق کوہتی  
 باشد شود قبول کیے از ہزار من

آویزہ گوش دل و جاں شعر من  
 اے جلوہ گیت باغ خیالات جہانے  
 سودائے سوز لاف تو پای بند و دام است  
 زنبیاں کہ شد مگرم بکاش عجبت  
 نظارہ کند غیرت صد باغ و بہاراں  
 کس لالہ بایں رنگ یدت کہ ہر دم  
 بیہر ہی آسمان ہماں است کہ بودہ است  
 کہ بحر غم عشق تو خیزد گہر من  
 چون بر سر راہ تو بنقید گذر من  
 این است بلا یکہ تشد و از سر من  
 کہ فیض دعا ییچ نماید اثر من  
 سروز گل ناز و داد بار و در من  
 داغ تو خورد آئے خون جگر من  
 ایں طرفہ بود داغ ہر دم دگر من

عمریت غم سرکہ گرفت سرخوش  
از بادِ حوادث خبرش نیت کہ دارد  
افسردہ اگر است چہ غم تابی دانی  
از چشم تو مردم چو ز خود بیخبر اند  
عشقش چہ اثر داد زبان و سخن را  
آں شعلہ میں باتو کہ گوید خبر میں  
نور شد قیامت نگر و عشق زہر سو

از شوخی آں جلوه پریشاں نظر میں

اے چشم سیاه تو چراغِ نظر میں  
تا چند سبقتی نکند ساغرمینا  
بنگر کہ رخ خوب نو دیدن نتوانم  
ہرگز نہ رسد با ہمہ جدے کہ نمودم  
دایم تہا شائے گلستانِ خلیل است  
باشد اثرِ گریہ شوقِ گلِ پرواز  
سرگشتہ دورِ فلکِ شعبدہ بازم  
از جوشِ بہارِ سوسِ بون کنارش  
دارند بختِ تم چو سیاہی ز شبِ وصل  
از ردِ قبولِ دو جہاں کارند ارم  
پیشیدہ ترا زلف تو دو دگر میں  
از نالہ بشکستہ دلانِ تجسّر میں  
چوں دست ز پایم نقشِ اندکِ نظر میں  
برپائے چویم تو رخِ ہمچو ز میں  
از داغِ جفاے تو دلِ دیدہ و بین  
گر سبز دگر سسرنخ بود بالِ پر میں  
آغازے و انجامِ ہمارے سحر میں  
آئینہ گلزار شد آغوشِ ویر میں  
از اولِ شام است نمایاں سحر میں  
آخر چہ کنم عشقِ تو باشد ہنر میں

چاہ ذوقِ اوست ہر رہ گزریں  
آتشِ خاموش لبِ لعل چاں شد  
از نیم نگاہے نخواستی گرو دل  
در عشقِ ندانم کہ چہ گفتند و شنیدند  
دشواری رہ راحتِ منزلِ نشام  
در بارغِ وفاے تو بردمند شجرت  
دلیند بود و ام کہ بے سرو پای  
چاکے نبود و قفسِ دیدہ حسیراں  
بر دستِ ہوائے تو باجے کہ ملک شد  
راں پیش کہ اوست مئے ہوش بگردد

پیچیدہ بود عشقِ رو قطع تعلق

کو راہزن لے تا بشود راہبر من

تا عشوہِ مژگان تو شد زخنے گریں  
در یاد دہاں تو نیاید بنظر سچ  
دریلِ شکر چو خستہ در سر کوئیں  
گر تیغِ کش زخم جھائے تو بند دل  
کے می نکند سنگِ ملامت بر تہنوق  
اے وادرو دیوار بود پردہ دین  
دل تنگی بس بیشتر از بیشتر من  
زیر آبِ براں خاکِ بقیہ گزریں  
نازد و سپرداری داغِ جگر من  
در دامنِ محتر سر پائے سفر من

در کامِ عدو قندِ لب زہر نریزد  
 آسودہ روم بے سرو ساماں کہ پوچھ  
 بر گشتہ تمام خرشکند سخوت و نازش  
 گو ہر کیف تازہ جوابِ است بہر دم  
 مگر شستہ چو گردانم و راہم نہ ببرد  
 یکنا لہ زبں آب نہاید دل در دم  
 یک بار موافق نتواں یافت بلام  
 در خاطرِ او نقشِ سرگم شستہ است

باشند دو جہاں یک ورقِ دفترِ شمش  
 عشقِ است ہمیں گر سخنِ مختصرِ مین

گرہ باز لقا و چون رشتہ جاں نئیوں کو  
 ز بیدارِ مین عالم را چو پہاں متیوں کو  
 بدریائے شکرکِ یل گلِ مفعولِ مہجوں  
 زبں در شوق آہوے بندِ سپرِ کتراویہ  
 نظیرِ خیرِ دل در گوشتِ چشم تو زندانِ ش  
 پریشاں رُوزگارِ شش آتشِ گشتہ نہ منظور  
 نوازِ شہنائے وصل و بکا دمِ دل نمود آخر

بد جمعی خیالاتِ پریشاں متیوں کو  
 بصرِ عدمِ چندینِ گلستاں متیوں کو  
 رواں جو ہر ازیں در باغِ حراکتیوں کو  
 شہرِ از آشکِ شکرگاہِ انبیاں متیوں کو  
 ازیں بے سرو پا را پہاں متیوں کو  
 گلِ مفعولِ را نیز خنداں متیوں کو  
 ستمہائے کہ در یادِ آتشِ ہجران متیوں کو

اے عشق نشہ نامہ شوقے بنو لیم  
قرطاس و قلم سوز بر آید خبر من

بگذر ز سرم چند شوی در دوسر من  
مانند چراغیکه بسوزند ز آتش  
روشن ہمزو گر چہ بود دیدہ مردم  
در منزل دیوانگی و دشت خرد ہم  
جز آختر تابندہ نجم کہ نماید  
از روی تو ہر گل شدہ در باغ چو خدا  
بادیدہ روشن بگم سوئے کسے نیست  
از جذبہ خاکہ و آفت چہ بگوئیم  
در یکسیم مونس غم خواہد کہ باشد  
آرام چہ آگہر تو گو گوئے بچہ گاہاں

اے گریہ خوں دست بدار از کر من  
شمع رہ شوق تو بود چشم تر من  
نازم کہ نہ خود میں شدہ چشم گہر من  
جز من نبود هیچ کسے را ہر من  
یکہ نگاہ آئینہ ز شام و سحر من  
ہر خندہ مکہ بخت بزخم جگر من  
آئینہ دلے کو کہ بداند مہر من  
پس تر بقدر ہر قدم پیشتر من  
گرد و خبر من بر او نامہ بر من  
اے کاش بنودے سر من زیر پر من

گز نامہ دل برد پر دتا بجا عشق

از بال و پیر ایں مژہ مرغ نظر من

رخت سفر افتاد ز عمرے بدر من  
ازین خبر یہاںے خودش گشت خبر دار  
گرداب صفت گرد سر من سفر من  
پرسید کسے از دل من تا خبر من  
دامان نظر تر نکند چشم تر من  
از پر تو روشن چو گہ یافت صفائے

بگو اس غمِ رواقت است جلاں متیوں کون  
 جنوں در جوش کے ضبطِ جلاں متیوں کون  
 کیا یہ تیش دل تیش دل میشود لب  
 بچشم آنکہ یک پر تو بدستِ روزِ جوش او  
 حجابِ امی کشد کارم بہنیا می تامل کن  
 بشو خا رر و گلبا چو عشق مار و ش ابن است

اگر رستے بدامانِ گلستاں متیوں کون  
 کجا دیوانہ مارا زنداں متیوں کون  
 کم از میناے سے در نشوہت نمی بشم  
 جفا چوں ز گشتن کند چشت سرت گرم  
 پیچید رویتِ خسار چوں بہت اگر خواہی  
 بشوقِ نگہتِ جاں بخش زلفِ بقیار او  
 بحثِ جاں در تلاشی جیوں میدہی دین  
 بے زبہاے ہم پیوستہ ہر زخمِ دل لے عشق

بیانِ لذتِ بیدارِ مریگاں متیوں کون  
 خانی چہ خورشید تاباں متیوں کون

بچش گریہ خویش چو طوفاں متیوں کون  
 شوقِ تاملِ در دیدہ پنہاں متیوں کون  
 گلستاں، در گلستاں، گلستاں متیوں کون

براہ دیرو مسجد می ہند دیوانہ ام سنگے  
نشد ممکن کہ مہر داغ از دیک لحظہ بردارم  
ازیں چوں اُلقے بات پستان متیوں کن  
وگر نہ از تنور دل طچہ فاس متیوں کن

پیش عشقِ حشمت نیست چوں بے پڑہ جیرا

چرا خوفِ نظر از چشمِ قرباں متیوں کن

بزن تیریکہ در سینه نہاں متیوں کن  
بفریاد و فغان لاپریشاں متیوں کن  
جنوں بند تھاب یا ز خنداں متیوں کن  
بباغِ سینہ پُر داغِ چشمِ خونخشاں ریزد  
نماید گریہ مانیز گریز رنگِ تاثیرے  
تا شائے نمی بیند کہ از برقِ جمالِ او  
سوار شئی دل شو چہ زسی فی امانِ اللہ  
عزیزاں گردِ غمِ رفتن ز دل ممکن نہ باشد  
ولا زیں شکوہ بیداد و فریادِ جفا بگذر  
نہ بنید روشنی گر مشعلِ پُر دود آ و ما  
ز آہِ گرم ماسوز دل خوداں متیوں کن

بر و صد پردہ از زخمِ نمایاں متیوں کن  
ازیں صرصر جنوں آبا دیراں متیوں کن  
چہ در ہا و از یک چاک گریباں متیوں کن  
شرر ہا یکملہ ز شبنم بہ پستان متیوں کن  
گلِ صد کام درد امانِ حرماں متیوں کن  
میان پردہ ہا میں چشمِ حریاں متیوں کن  
ز موجِ نوز ہر دم سیرِ طوفاں متیوں کن  
روان ز دیدہ ہا رنگِ بیاباں متیوں کن  
پشیمان گر شومی اور اپشیاں متیوں کن  
چہ بخشش سہرا ز شہاے ہجران متیوں کن  
بلے اس شعلہ اور رنگِ نہاں متیوں کن

بقصد زہرہ برگردون ملکِ روحِ می آید

سرد وے محشوق اگر در بزمِ مٹاں متیوں کن



غرو حیرا دویراں کند گرخائے چشمے      بیاد زلف و عارض دل کستاں تیراں کن  
 تر سر ز نیم جانے زان لب جان بخشائے کن      کہ قیمت یک گاہتس را دو صد جا تیراں کن  
 تمنائے گل گوشے دلم را کرد خوں ورنہ      چہ گوہر بریزی چوں ابر نیساں تیراں کن  
 بتعلیق کلام تبدیل معجزیاں اے عشق  
 چہ کلہائے معنی یک آساں میواں کردن

چہ کافوری بکا رسید ریشاں میواں کن      بساں سج مغز سر ریشاں میواں کن  
 ازیں بہتر نباشد دام میں عاغزالاں      نگہ آوارہ مار مہا ایشاں میواں کن  
 اگر آں دشمن جانہا ہند رُئے براہ میں      چہ بے روی برائے از خوشیاں میواں کن  
 نہ تاب عرصے جلے پیش چشم مردم آزارش      چہ بہبودی قوف از فریشاں میواں کن  
 بصد جواری و رسوائی ز نام و نگہ چوں کج      ترا باشوکت با قدر و دنیاں میواں کن  
 نثار و غر امید مارا نیز یک قطرہ      بلطف باقی از دریا کشتیاں میواں کن  
 کسے ناچند در بند رشتیق بے خرد باشند      معیشت با زیں با کاوشیاں میواں کن  
 پرستار فرنگی تعبیت ز نسیاں کیجاں      ترا سر کردہ جمع کشتیاں میواں کن

کسے کو دین و دل دار و فدائیکے کافر  
 شمارا دیاں عشق کشتیاں میواں کن  
 بے دل را بے من میں بچہ کبریا نشسته      کہ سر غور حلقے بد ریش زپا نشسته

گرا ز برق تبسم میکند دل را کباب است  
چشیر شعیر ہا ز رخ شش نکلاں متیوں کروں  
پریشاں مینوی آخر بیداری شو غافل  
بغیر از خواہش کے جمع نہ کرنا مینوں کوں  
بوسل و ز فیض یاد جسم را نمی دایم  
چہ زار یہاںے نکسین خند خنداں متیوں کوں  
اگر برفت وصل ایدل ترا این گریہ کباب  
تبسم ہا بطل عمر جہاں متیوں کروں  
خوام ناز آن قامت بوصف مانیاید ترا  
کہ شور صد قیامت گردیولاں متیوں کروں  
گریبان دشمن مست قبول است اگر رفت  
گریبان تابداں بیاباں متیوں کوں

دلت بیا رحیم مردم آزاری چو شدا گہ  
مشو مید از دلے عشق دہا متیوں کوں

چو عشق بیدل را غزلخواں متیوں کوں  
گل بہر عزریطاق نیاں متیوں کروں  
مرد سوزی با شک گرم نہاں متیوں کوں  
ز آب آتشینش خشک لاناں متیوں کوں  
خیال فطرہ سے گریختاں متیوں کوں  
چہ بار اں چپکے پوشیدہ ناماں متیوں کوں  
ز ابرہیم ترا بیدل بغارت رفت دریا ہا  
بجوش لخت دل تاراج مکلاں متیوں کوں  
ز ابرہیم کفر اید نشاط ماجنوں مستان  
وے نسکین جان رنگہ لال متیوں کوں  
چناں تیر ستم برین رسد زار و کمان من  
وے نسکین جان رنگہ لال متیوں کوں  
بہ بدو خا خاراں دل خوگشتہ ترا حشمت  
کہ ہر زخم جگر دکھان پکیاں متیوں کوں  
اگر روشن سوادہ سر ہمہ چشم پریش دارد  
اگر گریسہ گشتہ ترگاں متیوں کوں  
نخبہ گر لب چاہے قد عکس جسمال او  
در اندک فرصتے اور احمد اں متیوں کوں  
تاشائے ہزاراں ماہ کھناں متیوں کروں

جلوہ کن ز سر ہر سر و مر آ پاک لبوز  
اے کہ بر سینہ من داغ تمنا زدہ  
یوسف از چاک لہ پیرہن خویش بریں  
رخنہ ہائے کہ تو در جان زنجار زدہ

شانہ در زلف سخن از دل صد چاک زدی

خوش شکست کہ اے عشق بیجا زدہ

بادہ از جام حیا چوں نگہت تا زدہ  
آتش اندر جگر ساغر دینا زدہ  
گویش فاش بر دم نگہت میستم  
راز پوشیدہ کہ با گوش دل ما زدہ  
روشن غنچہ کشادے بطلب دل تنگ  
اے کہ مانند صبا پائے صبرا زدہ  
گفتہ نامہ سر بستہ خط من باشد  
بوست لب کہ عجب حرف تمنا زدہ

طلح کامی ہمہ اشعار شکر بار اے عشق

زده باشد بدلت لبکہ تو حصولا زدہ

دل کہ پیوستہ دم شاہد و مینا زدہ  
عرق از جہرہ نشانی و سر شکری  
مرکز دایرہ خط نشو می رسم  
نقطہ خال کہ بر عارض جانا زدہ  
طوطیاں را شدہ منتظر پر از خون گل  
ناخط سبزہ بر آن لعل شکر خا زدہ  
غندہ ہائے کہ تواز کا کل خود اکر  
باز چوں نیک بر مین بدل ما زدہ  
بر دل و دیدہ نظار گیاں منت چیت  
کہ پے دیدن خود سہ تماشا زدہ

بودیک مصرع گیسوے پریشانی عشق

بہوئے آہِ سروم دل بے نوا نشسته  
 جس رہِ ادب ہا بہ سترانہ خموشی  
 اثر دُعائے مارا چہ حرارت است یاز  
 ز کندایں بلا ہا سرا چگونہ پیچید  
 بے وید ہم بیا زود و گو کہ آفتاب است  
 بخا ز بند بندش گرہے زکار یانیز  
 بکرامت تو اسے شیخ بدل اعتقاد ارم  
 شدہ ہمسفر چراغِ برہ گز اریک شب  
 چو غلامِ سرشکم بجدائی تو این است

چہ خوش ست غنچہ کو برہ صبا نشسته  
 گرہے بشہ فغان و گلوتے مالِ نشسته  
 دلِ داغ داغ نقشے کہ بعدا نشسته  
 کہ رضائے بیدلانت بہ قضا نشسته  
 تو سوار شو کہ ادہم شود از جیا نشسته  
 کہ تکلف تو دل تنگ بہمہ رقبہ نشسته  
 کہ ہی دومی بجا لم برہ خدا نشسته  
 چکنہ سوزِ تابش شدہ نارسا نشسته  
 چہ عجب کہ زود مینی بہمہ خانہ نشسته

شدہ طیب لہا نظرے بہ حشقی جیران

کہ بدر و بید و ازاں لبِ لعلِ انشسته

خط کشیدی کہ شر ز آتش موسی زودہ  
 خال و خط تو نہ ہر صید ضعیف اندازد  
 لے عجب نیم نگاہ تو کنوں بہر کرد است  
 زلف پر حسین نہ بتا تا رختن می ارزید  
 در درویش تکی صاف غمش رخت تمام  
 جگر زہد کباب است بخداے ساقی

ناز کن ناز رہِ خضر و سیحان زودہ  
 دانه و دام براہِ دل دانا زودہ  
 زخم صد تیر شرم گر بدلِ ما زودہ  
 بے بہا بود متاعے گرش دا زودہ  
 نگ زخمے کہ تو بر شیتہ دلہا زودہ  
 زین نمک ہا کہ تو در ساغر و میا زودہ

رقمِ حامدِ تقدیرِ ازل می بکشم      بیجِ حرفِ نہ بود حرفِ چو بیا زده  
گشتہ شہرِ دل من کہ ملالِ ملالئی      بسرِ خویشِ دگر نشہ اش زده

اندریں بزمِ زاشعارِ نرِ خودِ اعشی

ابر نیباں شدہ قطرہ بدریا زده

خطِ مشکیں کہ براں لعلِ گہرِ زازده      بہرِ دلہا رستمِ نسخہ سودا زده  
و امنِ مقصدِ دلِ راہِ از دستِ دگر      اسے کہ پائے برہ ترکِ تمنا زده  
کارِ گرتر شود اینِ دگر اگر برگردید      نہ زدی تیر نگہِ بردلِ آما زده  
اسے دلِ سوختہ اینِ نامہ پر شوقِ کہ بود      کہ ازیں شعلہ بہ بالِ پر غنقا زده

دستِ بردِ امنِ بیتِ برساند خوش باش

پشتِ پائے کہ تو لے عشقِ بدریا زده

آبِ شرمِ برجِ چوں گلِ زیبا زده      آتشِ تازہ بجانِ و دلِ نیدا زده  
شدنمایاں دلِ پر خونِ من از خضارت      این چہ رنگیت کہ اسے آئینہ بیا زده  
آبِ تابشِ ہلہ ز خونِ دلِ بلبلِ بود      شمعِ من گل کہ بدستارِ دلار زده  
شمعِ فانوسِ لہ من چو شدی باز چرا      شعلہ در چشمِ ازیں جلوہ رسوا زده

عشقِ تا کہ ز دمِ چشمِ غبارِ آلودہ

خاکِ صحرا ہمہ در دامنِ دریا زده

آں کو نداشت زرتکاشی      چوں شد بیتِ سلیم بر نکاشی

انتخابے کہ تو از دستِ رُ نیا زده

قیس در دوا دمی دل خیمہ لیلی زده  
یار بے صورتہ افتادگی ما گردید  
سحر صبح از دہ ، باز کہ سودا زده  
نقشِ پرواز کہ تو در پرِ غنقا زده  
کہ صبحِ ابری و گاہ بدریا زده  
تہمتِ جرمِ چرا بر سرِ ایسا زده  
برزازوش از اں نگرشِ شہلا زده  
گر سرِ جام تو برگردنِ مینا زده  
دست بر پائے تو ای ساقی کفام زخم

فتح بابِ حسرم و دیر بتو ارزانی  
دست چوں عشق اگر بردرد لہا زده

ایں چہ نورست کہ اے فلفلِ مینا زده  
دلبر اگر دل ما را بدل ما زده  
عقل اندر ہمہ عالم بالا زده  
رحم دیگر چہ پوشیشہ بخارا زده  
ایکہ از کا کل خود دام تماشا زده  
تا ولم در نسیم زلف اے بیتِ ترا زده  
اے گل از ضبطِ تبسمِ بدم داغِ نبی  
فلفلے بر سرِ آتشِ پئے تسخیرِ دل است  
نشا و یا شمی دل آزاد زغم چوں امروز  
گردشت چرخ چہا بر سرِ ما مار و باز  
چون زیکہ اندہ آدم و خوا زده  
حلقہ لایش ہمہ در گوشِ تمنا زده  
بر سرِ در عیاں شد کہ سیما زده  
ایں چہ مہرست کہ برگنج گہرا زده  
دائے خال کہ بر روی دلا را زده  
نوبتِ عیش ز اندیشہِ مسرا زده  
چون زیکہ اندہ آدم و خوا زده

خوش نخل غمش ز برگ برگش  
 منم کمند از لب او  
 از تیغِ دگر درینج تا کے  
 دل رفت و ندیده، ویدہ حیراں  
 را و تو دراز چون کند آہ  
 مانند بدردین نہ بیسند  
 بر مسند فقر خسر او را  
 آں شمع بار شد جلاش  
 قیاضی ادشنید گردید  
 نخل کرم است و بار داریت  
 کس دیدین فرشته خوئے  
 خود نقد روان زہد و عرفاں  
 با عسر و دراز باد او را  
 ہر شاخ بود تبتلاشی  
 طوطی نشود شکر تلاشی  
 دل شاد و بود جگر تلاشی  
 گم خانہ شدست و در تلاشی  
 با نصرت مختصر تلاشی  
 گرد و فلک قمر تلاشی  
 اقبال بجز و سرتلاشی  
 کز درک کند پرتلاشی  
 از بہر صف سحر تلاشی  
 نگذاشته بے شرتلاشی  
 بہر دل ہر بشر تلاشی  
 با این ہمہ بیشتر تلاشی  
 علم و عمل و بیشتر تلاشی

لکھنؤ انعام سے جملہ لوہ بن محمد غوث شافعی رکابی کی کتاب نہایت اہم و مفید کتاب ہے۔  
 نسخہ جاری نظر سے گزرا جس کے حامد و جریب بل عبارت ہے۔

وہ ہدایت نہایت اہم و مفید کتاب ہے نہایت اہم و مفید کتاب ہے نہایت اہم و مفید کتاب ہے۔  
 یہاں لکھی گئی ہے کہ اس کتاب کے مصنفین میں سے ایک شخص کا نام ہے جو کہ اس کتاب کے مصنفین میں سے ایک شخص کا نام ہے۔  
 ہجرت نہایت اہم و مفید کتاب ہے نہایت اہم و مفید کتاب ہے نہایت اہم و مفید کتاب ہے۔

کردی تو شهید اگر تلاشی  
 ہر کس پئے آں پس تلاشی  
 ہر ذرّہ بحسرو بر تلاشی  
 این طسوفہ کہ حُسن و عشق با ہم  
 بیاب ز جملوہ تو دیدیم  
 لے عیدہ جو سراغ شرمی  
 شوق تو بلا گداز آمد  
 مکروہ ندید و زشت نشید  
 پُرسند از و شود تبرسم  
 صدا قلہ شد بہ جستجویش  
 مادر نسیم و بہر صیّا و  
 جو سندانہ خویش جوید آناہ  
 آں گوہر مقصد است نایاب  
 برق نگہش گجاست باشد  
 نورِ نظر سے کز دست چشم  
 با خویش کسے ترا نیا بد  
 در دیدہ و دل توئی و ناحق

بہر قدم است سر تلاشی  
 طفلے نبود پدر تلاشی  
 نایاب رہبت بہر تلاشی  
 خوانند بیک دگر تلاشی  
 کر ویم بنے نظر تلاشی  
 بر تیغِ نعمت سپر تلاشی  
 آزاد ز ہر خطِ تلاشی  
 در راہ تو کورو کر تلاشی  
 آوارہ رہ گذر تلاشی  
 جبر گرد نہ جملوہ گر تلاشی  
 ہر سوسو شدہ بالِ تلاشی  
 کے راز و ازیں خبر تلاشی  
 آرد و بچش مگر تلاشی  
 آہ دل پر شر تلاشی  
 بنید نہ بچشم تر تلاشی  
 از خویش کند سفر تلاشی  
 گشتیم بہ بحسرو بر تلاشی



میرس قصہ پر غصہ نسراقِ دگر  
کہ مہرِ ربِ عشاق بے لڑا کردی  
دلی مناز بہ چر کارِ میکہ نیتِ فترا  
ہر آنچہ بود مدارا بد لڑا کردی  
وداعے عشق وصال و ندیدت پر ہیز  
تو ز ہر بھر چنانہی اخطا کردی  
سینوز کشتہ بیدا دُخبرِ نازم  
تدار کے کنت گنتی دُکبُ کردی  
تنگت تر کہ چو مضمون پیش پاست  
کفِ دعائے من رفته نقش پا کردی

ہر آنچہ کردہ احساں بود عشقِ ایتد  
کہ گفت در حق بے چارہ جفا کردی

پُر زور ناتوانی کو آبِ ارغوانی  
باز آیدم جوانی ساقی چو مہربانی  
مقصود ما نہانی انکارِ ہامعانی  
ما یئم و بیز بانی یار است خوش بیانی  
تا دید آں دہاں را از غیبت گویا  
گوی کہ بر دل ما ختم است بیچ دانی  
ابوے و حیم جانان باشد بلائے دوراں  
در دستِ مت فرکانِ شمشیر ہندوانی  
پیشانی تو پر چیں خاکشوشِ بلِ نوشیں  
لے شوخ تا بجی این مشقِ ستم سانی  
ما را خرام نازت پا مال ساز طاقت  
کے مجز تو از نزاکت نمود ہسلوانی  
در عشق تو چنانم حیرانی است انجم  
خوں می کشم ندانم این باز ناتوانی  
گر چہ سرِ شہادت مارا بود سلاست  
ستراب سرِ زداست گردینخت جانی  
ز اسل نامیکدہ بوئے مگر تینیدہ  
جانم لبِ سیدہ در شوقِ مہربانی

فردوس نشاط و دوستاش بہر اعدا سقر تلاشے  
در گوش گلے رسید بس عشق  
غواصی این گہر تلاشے

فلک بگردش چسبے کہ آشنا کردی	کہ استخوان مرا رشکِ تو تبا کردی
چہ شوخے کہ نہ شرمندہ حیا کردی	بیاکہ کار و دم را بدعا کردی
ردا ست گریز بنی دم ز آشنائی خود	کنوں کہ دل ہمہ بیکانہ از تو کردی
موز دیدہ مشتاق ہیچ گاہ دہیں	کہ خویش را ز نگاہِ کہ خونہا کردی
ز تاب گیسو مشکین تو عیاں گردید	کہ قصد خونِ دلِ رفته عیاں کردی
ز تیج و تاب چہ بودت حاصلت از	جنز این کہ مصرعِ آمِ مرا سا کردی
بشوق لعلِ لبش جاں دہم ہر دم	چہ زہر بود کہ در چہنمِ لبست کردی
مرا چنانکہ تو دیدی گزشتی رفتی	چرا نہ جانِ حنینم ز تن جدا کردی
بر آرداغِ چو یک رنگی مرا کردی	شگفتہ چوں گلِ عناخت چرا کردی
تمام خواہش دل را بیک ادا کردی	چگونہ میت کہ پہ بر جان مبتلا کردی
زہر رہے کہ در ایم تو در فراز کن	کہ شوق دیدنِ خود را تو نہا کردی
مرا کہ دولتِ پائندہ آرزو باشد	ز تیج خویش بسر سایہ ہما کردی
نوازشے چہ بود گر کنی بدیدہ من	چہاں کہ آئینہ را بلغ و لکشا کردی
ز بوسہ خونِ لبِ خویش مست و مدہشیم	چہ نافر بود کہ در دامنِ صبا کردی

اے شوخِ پُرفنِ منِ اینِ آشیوںِ منِ  
 تاحال غمزہ ناز در صیدِ جالِ آشتیاز  
 خشن تو دشمنِ منِ عشقِ تو یارِ جانی  
 طوطیِ خطِ سپرد از بر آوجِ لاکانی  
 من پیرِ گشتِ ام آہ در اوّلِ جوانی  
 ہر دو لبِ مینمِ خوں گرمِ یکزبانی  
 اے طائرِ بہاؤںِ خشنِ عشقِ آشتیانی  
 زیں رد و کدِ جزیمِ مشکلِ مفرا زینم  
 بٹابِ جانِ محضوں در قیدِ غمِ خورجیوں  
 پیغامِ صلّت اور کد تو عشقِ دلِ مکن ہر  
 انکارِ نامہ آورد شرمندگی نشانی

دوریم از تماشاخوں تبدیلِ تمنا  
 گفتار تو عجیبے کس را نہ نصیبے  
 بجوئے بیار مارا اے بادِ بوستانی  
 ہر لفظِ تو غریبے در کثرتِ معانی  
 دانیتم قدرِ گسیو کے می شو و پیر و  
 اے فخر میرزا فی فضلِ اللہِ محسینی  
 خواہم ہیں بقایت از بیکہ خاکِ پایت  
 شد سرمہ بشارت در چشمِ قدر دانی

اگر یہ خاک بر سراں آید و کنی  
 کمنائے دیدہ جز بزمِ دوست زینہار  
 خوش باشد آبِ نازہ رواں گریب و کنی  
 ایں چاک را بسوزن شرکانِ نو کنی  
 باقی وہاں تشنہ دریا کشاں بہ میں  
 لبریز گر چہ شیشہ و جام و سبو کنی  
 ہستی چو قمریاں بنو و غل بگردنت

کے میدانِ ہمت از دست گردیم نہ ہمت  
 اے شکر تو ہر دم آبِ حیات در دم  
 من حسن ظنِ خودم و ز خدمت تو کم کم  
 ہر جا کہ بود ہاموں گردید از تو جیون  
 در ایس سر اقامت جاں سوزن و سنجم  
 سرمایہٴ سعادت از دماغِ عشق بادت  
 در عشقِ آں پر یونالاں شدم ہر سو

تسویشتے بر کنارِ راست ساقی چو دریائی  
 عمر عزیز کردم صرف گس پرانی  
 آخر یقین شد ایم بسیار بدگمانی  
 اے سلِ اشک پر خوں خوش مطلقِ لغائی  
 دانی کہ پیشِ خوانم بودہ کیجے نغائی  
 خواہی چو بر مراد تہ نقشے دلا تائی  
 من اتی وجہ اشکو حبابہ جفائی

گفتند امتحان را آرنند دلِ تان را  
 من عشقِ نقدِ جاں دادم بتردگانی

در شوقِ شادمانی چونم دلا بدانی  
 از دیدہ گر بہانی تو جانِ عاشقانی  
 از راہِ مہربانی سنگے مرا بدانی  
 در بابِ اضطرابم چوں میدہد عذابم  
 مگذار زار و مالاں کز یک نگاہِ بجاں  
 جو سندگانِ دل را دادہ نشانِ دلِ با  
 از غفلتِ تو جاناں ملکِ لالِ آویزاں  
 شبِ چوں مرا بسر شد زان کے ترا خبر شد

مانندِ پیسِ رسانی در یادِ نوجوانی  
 آثارِ ہامِ عیانی ہر چند بے نشانی  
 بگذر ز لُٹِ تو رانی یک جلوہِ نگہانی  
 بے تو کجا بیا بم آرامِ زندگانی  
 بیمار در منداں کردی و مینو زانی  
 را ز بہانِ دل را دانستہ ام کہ دانی  
 جسے بندہٴ تو شاہاں ایلچِ ریا سبانی  
 گونا گہ سحر شد گرم جگرِ نشانی

# قُطْعہ

بعض اقدس عالی رساند  
پریشان حالی خود کردہ رقم

اگر میری بخشش شاد و مرگ است	غلام بچوں من از یک عمر منوم
بہر خدمت کہ ساز و خواجہ مامور	بجز تسلیم کار بندہ معلوم
دلے آہستہ می گوید فلاکت	چرا لی از ترقی عشق محروم
فدات بایاقت ہنر باش	سکوت از بندہ باشد نیک مذموم
حوالت می کنم بر فضل داور	جوابی فایں پرسندہ شوم
چید او زدا و دلطف و کر مہا	بالاری و مختاریت موسوم
بعدل و حکمت و فہم و فراست	عدیل او بہشتی گشت معدوم
دوام عمر و جاہ و دولت او	بحفظ خاص تو یا حیی و قیوم

زیادت دور از یاس ادب  
بکم گفتن طوالت گشت ممنوم

### چنداں لجشقی سرور دانش غلو کنی

لے دل ہوسِ شبابِ تانے	وزد و دگر خضابِ تانے
نازِ حسن و شبابِ تانے	ایں سستی و این شرابِ تانے
بے جسم و گنہ غنایا کے	برجانِ من این عذابِ تانے
زلفِ تو ز رخِ بتابِ تانے	شب در بر آفتابِ تانے
زاں ز گیس مست مسجد و دیر	چوں خانہ دل خرابِ تانے
ادغافل و دل بکچھ ابرو	بر طاق بود کتابِ تانے
جامِ دلِ من ز دستِ ساقی	پیر باشد و بے شرابِ تانے
آہیم با خود بدیر تا چندر	رقن ز برم شبابِ تانے
بلبل از رشکِ عارضِ او	بر آتش گل کبابِ تانے
در شوقِ سر و رخِ طلعتِ او	تردیدہ آفتابِ تانے
لب ز بزمِ آں دہان است	در جوش بود شرابِ تانے
ایجاں منم و نفسِ شمارِ می	دم دادنِ بجیابِ تانے
بے آبِ مروت است دنیا	از رہِ ہر دتِ لربِ تانے
بیگناہ شد است یار و عاشق	شرمندہ انتابِ تانے

حرفے ہر ادعاشقی بنویس

او منتظر جوابِ تانے

مخروش کہ آرزو قلیل است این جا  
خون دل بیدلاں سبیل است این جا  
کو در کجا داغ چہ باشد ز خمش  
ہر عوئے عشق بے دلیل است این جا

در شوق بہار جلوہ اش مست بر آ  
ساغر ز دل پرندہ در دست بر آ  
در کشن اعتبار کو رنگِ ثنات  
بویے شدہ یکدم چو نفس بہت بر آ

عاشقِ تخمِ سرشک کار دایں جا  
تا نخلِ مائمی بر آرد ایں جا  
غیر از لختِ دل بدامن مقصودش  
ہرگز دیگر ثمر نداد ایں جا

در ہجر چہا شوقِ وصال است این جا  
بر دل زلالِ صد و بال است این جا  
بہر شہدِ حرامِ شربت دیدار است  
خونِ بختِ خویشِ حلال است این جا

دو رخ چہ بود ہجر بنائے آنجا  
آئی چو دمے بہ کہ نیائی آنجا  
از سوزِ مزینِ دم کہ گدازی چو شمار  
رُپوشی شست خود نمائی آنجا

مشتاقِ ترا غم تو کا ہبہ بیا  
دا مانِ غرورِ حُسنِ بر چیدہ بیا  
در راہِ زمرِ دماں نیایدِ ثمرت  
لے مایہ تا ز دیدہ در دیدہ بیا

# رباعیات

حیرانیِ مآئینہ دار است این جا      ہر داغ گلِ دمانہ ہزار است این جا  
برخود ز تشاؤ چوں بنا لہ حسرت      در عینِ خزاں طوفیاں را این جا

در کار گہ عشق ز ہر پیشہ بر آ      فرہاد مباحش داز سر تیشہ بر آ  
دانشِ نخر نہ تا بجنونت چہ رسد      دیوانہ مشو چوقیں ازین پیشہ بر آ

از بس کہ رلہ دہل از بر ما      صد خندہ ہی کنی بچشمِ تر ما  
آخر چہ فسون است لبِ تو کہ بخواند      مادر سر شوخیکہ ندارد سہرا

داغ تو بد داغ میرساند خود را      خاطر بفر داغ میرساند خود را  
عشق تو جد از دل نخواہد برون      این مے با داغ میرساند خود را

تا ناسا یہ سبز دودا ہست این جا      جانسوزیت لے چرخ تباہ این جا  
ہر داغ سیاہے کہ تو بردل بینی      خورشید مراد، روبراہت این جا



دیوان

حکیم الممالک لوی حکیم عبدالباسط المخلص به  
لمتخلص عشق

موسوم به  
تراشه عشق حصه دوم

مستطبر

غزلیات و رباعیات اردو

بنگر چوں با دیدہ خونبار نشینم      از بس بر عهدِ دل غم خوار نشینم  
زین نفسِ سرکش همه بیزار نشینم      تا او باشد زنده عزا دار نشینم

بر خود نازم عشق و نادان نشینم      در یاد آں شوخ جفا کار نشینم  
آندناگه ہوشم بگرفت و رفت      من اورا زین بخت طلبکار نشینم

دورم دورم گو بر ولد ار نشینم      یعنی از خود من پس دیوار نشینم  
حیرانم اے عشق کہ آں نورِ نظر      در چشمِ است و طالبِ دیدار نشینم

از لطفِ قد و صبا بتِ خدِ چہ کنی      وز سلسلہٴ جعدِ مجہدِ چہ کنی  
از ہر طرفِ جمالِ مطلقِ تاباں      اے بیخبر از حسنِ مقیدِ چہ کنی

تا بر خود بتی عشقِ یارے را      چوں نے اے دلِ نمیکنی کارے را  
چشمش ہر دم در حسابم میگردو      طاقتِ بنگر دایمِ بیارے را

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

مولوی عبدالواحد صاحب نے بوقت تریب دیوان اردو حبِ ذیل دیباچہ لکھا تھا۔ جس کو بحسنِ نقل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عی و استاد حضرت مولوی حکیم عبدالباق صاحب قبلہ الناطق حکیم لکھنؤ کا عشقِ حقیقی حضرت مولوی عبدالحق صاحب دہلی کا پورا کلام مدون ہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ بہت سی غسٹریں مدراس اور ہمارے حیدرآباد میں اُن کے بعض شاگردوں اور دوستوں کے پاس رہ گئی تھیں اس کمرے کے نزدیک بھی فارسی اور اردو کی چند غریں تھیں جس کو حضرت مرحوم نے کترین کے حبِ درخواست اپنے محبتِ صادق و ابلہ مددگار صاحب حماد اللہ الوہاب کے پاس سے منگوا دی تھیں۔ تاکہ اُس کی فراہمی ہو جائے پس کترین نے ان کو احرائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع کر دیا۔ اور حضرت قبلہ کا ہی مظلّم و غمِ فقیہ کی بدست سرلایا کرتے تھے نہ ہمیں اس دیوانِ مختصر کا نام رکھا فقط

الراقم - کترین محمد عبدالواحد - عفی عنہ



سر کا نقاب ت جو اس مستِ خواب کا  
 انسو سن ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں پا  
 جب سے وہ تیر غمزدہ ہوا ہے جگر کے پار  
 ہاں سے غرض مجھے ہے نہ مطلب نہیں ہے کچھ  
 سانی کی اک نگاہ نے ایسا چھکا دیا  
 عاشق کو خیم تر دل بیدار چاہئے  
 آئینہ لیکے ہاتھ میں چہرے کو دیکھو جب  
 رکھ دو اٹھا کے دفتر ارشاد طاق پر  
 نقشِ بر آبِ سبذ شاہی کو دیکھئے  
 ہے ان کی گفتگو سے معطر تمام بزم  
 آتے ہیں وقت فکر مضامین گو ہزار

پادر رکاب شائین دیدارِ عشق ہے

کریے نہ دیر وقت یہی ہے شباب کا

ترے جلوہ سے کیا آ جا لا ہوا  
 یہ شبیخِ گیسو کا سودا ہوا  
 میں حیراں ہوں ایدل تجھے کیا ہوا  
 کوئی مجھ سے تدبیر بنتی نہیں  
 کہ میں آپ کو ہوں چھپایا ہوا  
 کہ دل بھی مرا ایک نہ ہوا  
 کہ ناحق تو محوِ تمت ہوا  
 مرے دل میں کیا روگ پیدا ہوا

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیدہ تر مرا کب شوق میں سا بل ہوا  
دل میں قاتل کے ہے کچھ مل سنو بل ہوا  
برج آبی میں ان آنکھوں سے نہیں چہ وہ  
وصل میں بھی ہی نشہ رہا مطلب پنا  
کیا وہ جانے مری حیرت کہ حیا کے مار  
نقش دیوار نہیں دیکھو صورت میں ہی  
مرد مکیدہ آئینہ میں کب ہے درکار  
کچھ ادا خرکی نیو چھو کہ نہیں ہے معلوم  
اُس لڑا کو کیونکر بھروسہ حاصل  
ہوا حاصل ہی دیدار بھی حاصل ہوا  
ناز کا میں بھی تو سبل ہو اگھا بل ہوا  
جذبہ لفت کا ہماری ابھی کال ہوا  
ترک بھی بحر سے گویا لب ساحل ہوا  
دیکھ آئینہ جو اپنا ہی مقابل ہوا  
کون جو حیرتی شکل و شمائل ہوا  
کیا ہوا عارض جاناں پر اگر تل ہوا  
طے ہی جب ہم سے محبت کا ادال ہوا  
کہ بصد جو رچا اُس سے مراد بل ہوا

ابنے مانے سے نہ رکھ قدر کی تو اس اے عشق

بے ہنر کیوں ہوا کس لئے جا بل ہوا

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا  
ہو نہیں شہیدان کے ہی ناز و عقاب کا

ہم اس سیرت میں مینا نہ جب سے ہو گئے  
 بولے گل کو باغ سے یا ہرنہ لچا نا کبھی  
 قفلِ مینا سے سنتے ہیں ڈاکِ غلیب  
 ہے یہی ہر دم صبا سے التجا غلیب  
 دیکھ کر بھی حالتِ عیبت فرما غلیب  
 حشوقِ جا کر باغ میں ہرگز غزل خوانی نحو  
 ہو خجل نیز ارٹھ سے ہو نجائے غلیب

سوز و گدازِ شوق میں روشن بیاں ہوا ب  
 راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہوا ب  
 تھا ضعفِ دل کا شکوہ جوانی میں کتن  
 گنجِ دہن میں یا شکر زلف میں سہی  
 رہر و تمام مٹ گئے مانند نقشِ پا  
 کثرت ہوئی ہے نقشِ قدم کی جو اس قدر  
 دل جا چکا تو شورشِ آہ و نغاں رہی  
 مجھ پر امید و بیم کی رہتی ہے کنکش  
 دل دیکھ دافعِ سینہ سے میرے نکل گیا  
 میں جانتا ہوں اس کی تلونِ مزاجیا  
 کیونکر بھلا ستم یہ ستم میں ٹھا سکو  
 دیکھا کہ رحم کرتے ہیں سب میرے حال پر  
 تھج دماغ سوز ہمارے زباں ہوا ب  
 مشتِ خبا را پتائیں کا رواں ہوا ب  
 پیسری ہوئی نمود مراد دل چاہوا ب  
 فارغ رہے جہاں مراد چاہا ہوا ب  
 دشتِ طلب میں فائدہ ریکہ رواں ہوا ب  
 دولت سراپا رکی رہے نیشاں ہوا ب  
 آتش تو بجھ گئی پہ نکلا دہلاں ہوا ب  
 قبضے میں یار کے جو دل از دلاں ہوا ب  
 جوشن یہی ہے اور یہی حزرِ جہاں ہوا ب  
 کیا اعما و بار اگر مہرباں ہوا ب  
 یہ نیم جاں بھی مجھ پہ تو بارگراں ہوا ب  
 صند سے عدد و جاں مرا آرامِ جہاں ہوا ب

خب بھی نہیں اُس کو میری ہوئی  
 ہیں ناکام نکلا نہ کام آہ آہ  
 ستاؤ نہ تم عاشق زار کو  
 یقین ہے وہیں مجھ کو آجائے موت  
 جو ہے بت کدہ یہ تو یا مال ہے  
 بہار جوانی ہے اُن کی غضب  
 کسی نے نہ دیکھا خانی وہ پا  
 دل دجاں سے جس پر ہوں شیدا ہوا  
 دلا اہم تمام اُس کا کیا کیا ہوا  
 وہ دنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا  
 جو دکھوں کہیں اس کو جانا ہوا  
 اگر کب سے ہے دل تو ڈھایا ہوا  
 دوانوں سے آباد صحرا ہوا  
 تو پھر تنہا کیسا یہ برپا ہوا

ہوا عشق عاشق جو جاگے نصیب

کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

پردہ میں نیا جوہ عشق سا عاشق نکلا  
 آئینہ تو کہیں ہزار سے فائق نکلا  
 شکر صد شکر کہ معشوق موافق نکلا  
 ان کی تصویر کشی کے یہی لائق نکلا

قول سے فعل کہاں اُن کا موافق نکلا

ان کو جھوٹا جو کہا تھا وہی صادق نکلا

گل ہوا جب کہ یار پر جفاے غلیب  
 اس چن میں ہی نہیں جب رنگہ لوستے قیاز  
 خار کیا کیا ہو گیا رنگہ فائے غلیب  
 مگر سے ہے نامزد صدق و صفا غلیب  
 ہے برا کلچیں عدوئے بیچائے غلیب  
 باغباں کر جان دل اپنا فدائے غلیب  
 فی الحقیقت یہ تو ہے ملح نیری اس لئے



بنجواب و خورش ہیں ہجر میں ہم  
 مجلس میں ذلیل ہم نہوتے  
 مرجا ہیں گے یار کچھ بھی کھا کر  
 دیتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر  
 سنا نہیں میری میں سنوں کیوں  
 ملنا ہے محال اس کا یوں ہی  
 سو بار پھر آئے ہم بھی جا کر  
 اے کاش کہ دیکھے وہ بھی آ کر  
 ہم جان سے جانے مستعد ہیں

حالت ہے مری تباہ اے عشق

تو بھی مرے حق میں کچھ دعا کر

شرمندہ اس قدر ہوئے اپنی رضا ہم  
 بے پردہ پردے میں کسی پرورش ہیں  
 اب کے قضا کرینگے کسی کی ادا سے ہم  
 عینک صفت حجاب بصیرت فزا سے ہم

دل باغ باغ اور معطر دماغ ہے

کیا بہرہ یا عشق میں شعرد کا ہے ہم

تم سے آپس میں جدائی ہو تو دل مل دلوں  
 دولت حسن خدا داد ہو تم کو دیکھو  
 نالہ زار کیا کرتے ہیں، میں دل دلوں  
 آنکھیں پنی ہوئی ہیں کا سہ سائل دلوں  
 گھات میں رہتے ہیں لکے وہ خط ادل دلوں  
 ترک بہت نظر آتے ہیں جس ابل دلوں  
 بیوفائی و وفا میں جو چلی بخت تھی کل  
 یوں ہجر اں کے سوا دل ہے رہ عشق میں کیا  
 میل دہر بارادہر ہو گئے قابل دلوں

میں ملتجی ہوا کہ سنوں طبعِ زاد کچھ ق فرمایا عشق نے کہ یہ درِ زباں پر لب  
طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ  
فکر و تلاشِ شعر و سخن را نکاں ہوا اب

چل گیا ہر شوق میں کس رہ گذر سے آفتاب  
دل کو روشن کرنا دایعِ عشق کا ہی کام ہے  
حسن انکا دل کو غول کرتا ہے کس کن گم سے  
بسمہ اسکا جو گریباں سے نظر آنے لگا  
آنکھ لہ پنے مہر و مد کے نور سے روشن ہو  
ہے طریقِ شوق سے ہر لہ دہ کو کیا خبر  
آئینہ اسکے مقابل دیکھ کے حیران ہوں  
اسکے جلوے سے جو آخر آنکھ سے گزرنے لگے  
ایک دم بھی دم نہیں لیتا سفر سے آفتاب  
مطلقاً واقف نہیں ہے اس ہنر سے آفتاب  
لعل تیجہ کو کرے فیضِ نظر سے آفتاب  
ہے یہ بیفیا کہ نکلا اس کے بر سے آفتاب  
کاش نکلتے اک کسی در بند گھر سے آفتاب  
طے کیا کرتا ہے یہ وہ اپنے سر سے آفتاب  
ہو گیا کیسا قریں دن کو تو مر سے آفتاب  
گر ٹپا بیجا رنگی سب کی نظر سے آفتاب

داغ پر دودِ جگر آخر گہن ہو جائے گا  
عشق دیکھا کس نے غالی خطر سے آفتاب

آنکھوں سے نہ دُوریوں پھرا کر  
اُس جسِ جمال سے بچا کر  
کیا فائدہ میری جستجو کا  
ہجر اں بھی کوئی بلا بُری ہے  
دل کو تو مرے ذرا جُدا کر  
دیتا ہے ڈبا وہ آشنا کر  
گو یا میں گیا ہوں اسکی پا کر  
ڈرتے ہو جو غم مجھے ڈرا کر

کبا کیا کیندہ ہم سے وہ ابرو دکھائی نہیں  
 حیراں ہوں میں کہ کیوں کچھ نظروں کھلی ہوئی  
 اُس کی نظر ہے مائع برقِ طپان کچھ دل  
 پیاسی مرے لہر کی تھی قاتل کی تیج کیا  
 چرچا ہے تیجِ ابرو قاتل کا جس جگہ  
 جس کے سب سے چھوٹ گئے دوستوں ہم  
 فرما دو توں اٹھ گئے دنیا سے کیا ہوا  
 کم سائیہ ہمارے نہیں ہے فروغِ شمع  
 سر رکھ ہی دیکھا کینت اک رُوز آفتاب  
 ترپے ہو دل کہ تیرنگہ کا نشان نہیں  
 تیری یہ خوابِ تر تو ایسی گراں نہیں  
 کس طرح پہنچے تیر پھر نشان نہیں  
 زخمی ہوں چور چور مراحوں اُس نہیں  
 جگر خونِ متل اور سخن درمیاں نہیں  
 ہے ہے ہمارے حال یہ مہاں نہیں  
 ان کی جگہ میں ہم ہیں خالی جہاں نہیں  
 اس کے بھی زن کی قوت بجز استخوان نہیں  
 ایسا بلند یا رترا آستان نہیں

فرطِ الم سے تاب سخن کب ہے عشق

آوارہ ہے خیال تو دل میں تو ان نہیں

کب حرفِ شکوہ داغِ سائہ رہاں نہیں  
 جگرِ میتلِ طعلِ ہماری زباں نہیں  
 مانوس سہرہ مودِ لسان نہیں  
 تاثیرِ سوزشِ تپِ لفتِ مثلِ شمع  
 تارِ کینتِ تنگ گردِ کدورتِ سمکِ تلک  
 زندانِ دہر میں ہے وہ زنجیر کی صدا  
 مانندِ غنچہ کب ہم تنِ دل زباں نہیں  
 کیا دردِ دل ادا ہو کتابِ بیاں نہیں  
 اور آشنائے صبر بھی یہ ناتواں نہیں  
 میرا ہے جیمِ مغزِ ندامِ استخوان نہیں  
 دل ہے ہمارا یا وہ کچھ سہراں نہیں  
 جُزِ نالہ ناتواں کا ترے کچھ نشان نہیں

منزلین تھی ہیں تیرے لئے مشکل دونوں

منظر کشیکش یاس و تمنائیں ہوں  
پر بختا کہ نترے عشق میں کیا میں ہوں  
مطلقاً مجھ کو نہیں پئے دل و جاں کئی  
جبے ایشوخ تر عاشق شیدا میں ہوں  
دردی اہل نظر مانع نظارہ نہیں  
آئینہ ہے کہ ترا سحرِ شام میں ہوں  
دل اگر سرد ہوا داغ کے مہر جھانے  
عشق کہتا ہے نہ کھانم حیا میں ہوں  
ان کے شکوے کا بھی موقع نہیں تھا مجھ کو  
کیا کروں کشتہ صد تہمتِ حیا میں ہوں  
قابل دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ  
گل ہے سودا تر او بلبلِ گویا میں ہوں  
دشتِ شہرِ دلایا دیر لاتا ہے جنوں  
ہوں تو صحرا میں مگر عابدِ دریا میں ہوں  
عارضی گر چلق دل کا نہیں ہر میرے  
نرہ صبر تو سرگرمِ مدا د میں ہوں  
اپنی قیمت کے لکھ کا کرے کیا کوئی علاج  
تختِ مشق بنا بہرِ طب میں ہوں  
توڑ کر عہدِ کبھی تم تو پیشیاں تھوے  
سر سے لے تا بعدِ تم تعلق میں ہوں  
لطفِ وہ چند کہتا ہے دہن کا نقطہ  
الف اس قل کا جو کہتا ہے کیا میں ہوں  
کچھ نہ سمجھا کہ ہے کیا خوبیِ موزوں طبعی  
بسکہ فارت زدہ نشہ انشا میں ہوں

کیا کہوں کس کہوں کون ہے سنا اسے عشق

بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

ہے دردِ کونسا کہ بیاں میں نہاں نہیں  
دل سوزِ مثلِ شمعِ ہماری زباں نہیں  
یہ کیا غضب ہے گر ترے مُنہ میں زباں نہیں  
ہر دم نہیں نہیں ہے کبھی ایک ہاں نہیں

دُورِ خ مقامِ جنتِ عالی مقام ہے  
دل میں ہمارے یادِ رنجِ گلِ خان نہیں  
اسرارِ دل کے کہتا ہوں پردے میں شعر کے  
کیا عشقِ اس کو سمجھیکا تو رازِ دان نہیں

بیلِ خزاں میں گر گئی شورِ فغاں نہیں  
مکتو شمعِ حق اس کی طرف کیئے ان نہیں  
کیا شوقِ پوسہ لبِ ساقی ہے دیکھئے  
نابِ نظر کو بیچ کو زلفوں کے دیکھہ یار  
لے دل ہر نامکس کی رو کھچہ صفا  
ثابت ہوا تمہارے رنجِ پُر فروغ سے  
ہو گر درِ راہ اُن کی یہ پایا ہوں میں رُج  
دیکھو جو اُس کو غور سے دلِ داغِ داغ ہو  
باغِ جہاں میں گلِ تیزِ مردہ کی آہ  
مثلِ ستارِ شترِ شترِ گاہِ شوقِ مہا  
جلتا ہوں ہجرِ مہک ہوں نالوں کا خراج  
نزدیکِ پیرِ سچ تنِ نالوں نہیں

اس شمعِ بزمِ حُسنِ جو دعوت نہ کی تو کیا  
پروانہ تیرا عشق ہے کچھ مہیاں نہیں  
بیجا گلی میں اس کی بیٹورِ سگاہاں نہیں  
پر کیا کر دے سکتے دُورِ استخوان نہیں

نزدیک تھا تڑپ کے ہلا دے زمین کو  
تیرے ہوائے شوق سے محکم نہ تو پھر  
دُور لبانِ شیشہٴ ساعت ہو دستو  
جو فیض چاہئے درِ دولت کے لے  
خاطر میں اس کی ضعف میں ہی نجا کا  
پاسِ ادب سے دور تیرا ناتواں نہیں  
مانندِ بلبلیوں کے مرا آئیاں نہیں  
جز گردِ تفرقہ کے کوئی درمیان نہیں  
جز فتحِ باب کوئی یہاں یا بسا نہیں  
شکوہ فراموشی کا روں کیا زبان نہیں  
جاں کے لئے بدن کو کیا میں خاکِ عشق

ہو ناعزیز کس کو بھلا میہ سماں نہیں

اصراریوں نہیں ہے مناسب میان نہیں  
ہاں گر کہو تو ہے جو نہیں بولو ہاں نہیں  
جو ساتھ ساتھ اپنے وہ سرور وان نہیں  
موجود ہر کہیں ہے پر اس کا نشان نہیں  
تین ننگہ سے اس کا مسخر جہاں ہے  
ہے شوق بس ہی کہ تجھے پہنچتا رہوں  
کھلو جو کان کو تو بنے پُر گہرِ صدف  
میں ابلے کہیں درِ مضمونِ آبدار  
سریج بیچ کرتے ہیں سودائے عشق ہم  
تجھ سا سدا بہار چین میں بنا کے پھول  
ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو وہاں نہیں  
یہ امر آپ کا ہے مرے تن میں جا نہیں  
قابلِ نظارہ کر نیکیاں بوستان نہیں  
جلوے میں جمال کہاں کے کہاں نہیں  
لو کہ بے زلف مہ آسماں نہیں  
لیکن حجابِ دیکھی ہو گیاں نہیں  
اگر بہار ہے یہ ہمارا یا نہیں  
بے جوہر الغرض مری سیفِ با نہیں  
یہ وہ معاملہ ہے کہ جس میں زیاں نہیں  
ہاتوں کو اپنے چومتا کیوں غل نہیں

ہستے جھٹائیں ہو تو چلیے ہم تمام اور  
ظاہر ہوئی کشمکش نہ نمایاں ہوا ہنرم  
مسجد کو دیر کو نہ گیا میں تو کیا ہوا  
منہ پھیرتے رقیب ہر ایسا تو اس کیوں  
غم نیر کیا بسا دل خانہ خراب میں  
اُس نے سفر کیا ہے جاں پا در رکاب  
ہونا تمام اُن کا ابھی امتحان نہیں  
نغمہ نہیں ہے تیر وہ ابرو کہاں نہیں  
کیا سجدہ گاہ خلق ترا آستان نہیں  
کتنوں کا طعمہ رست نہیں ستواں نہیں  
دل جسم میں نہیں ہے سکر دلچسپ نہیں  
گلگون اشک کی مر کف میں غناں نہیں  
رُذنا اٹھا ہے گھر سے ترے محشوق روک لے

قابل شنائے بحر کے یہاں تو اس نہیں  
گر دیش کا تیرے کچھ بھی خیال آں نہیں  
اور کیا جواب تلخ سے شکر نشان نہیں  
اک دم نہیں جو تیغِ ستم کی فاس نہیں  
میں بھی حمین میں ہوں خبر کشیاں نہیں  
سیج کہتے ہیں عیشِ خوشی جاودا نہیں  
ہے شوق دیکھنے کا مجھے فکر جاں نہیں  
کہتا ہے درود و در کہ حالی سکا نہیں  
لب لعل آں باز ہے سنگِ فاس نہیں  
اُس مرغِ تیز پر کا کہیں شیاں نہیں  
مہِ رومِ افرس ہے تو خوفِ قرآن نہیں  
تیغِ زباں اُس کی کسی کو اماں نہیں  
یہ سخت جانی اپنی بھی کچھ راگناں نہیں  
شوقِ نظارہ میں ہیں ہو گھر آ جاڑ  
غم نیر تیرے آنے سے دل سے نکل گیا  
میں مرنے مرنے ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں  
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر  
یوں چاٹ چاٹ تیغِ زباں کی نکوئے تیز  
رہتا ہے تیرا دل چاک چاک میں

اک شب بھی آتے پاس پڑے متھاں نہیں  
 بے چین کچھ بھی جب میرا آرام جا نہیں  
 نسبت ہمارے دہی شخص و عکس کی  
 منہ دے نہ اُمینہ کو حیا کی بھی شرم رکھ  
 گر چشم آئینہ میں حیا کا نہیں ہے نور  
 قاصد پر اکٹھا ہے کہاں شوق میں تیرے  
 برباد ہوئے گل کی طرح کیوں کرے جو تو  
 فریادِ خاموشی میں ہے گوشِ زبان یک  
 بیگانہ خوئی آپ کی کافی نہیں ہو کیا  
 وقت سے ہر ملی ہوئی رنگینی کلام  
 میں مانتا ہوں قول کو مہون کے دل سے عشق

”جو فتنہ خیز اب ہے زمیں آسماں نہیں“

کچھ لعل ہی پر سوزِ جگر کا گماں نہیں  
 کیا آگ میرے دل کو جلائی رہا نہیں  
 اُس شمعِ بزمِ حسن کی ہیں دلفروزیاں  
 مژنا ہر ارجان تجھے پرہوں تو بھی آہ  
 کس قافلہ کا ہے دلِ نالائِمِ اجرس  
 ہے کون تیرے لب سے جو آتش بجا نہیں  
 اب لعل بھی کہنے کی نافرمان نہیں  
 پرودہ و دل نہیں میرا آتش بجا نہیں  
 منظور میری زینت تجھے میری جابا نہیں  
 گدرا نہ ایک دم جو باہ و فغان نہیں



تھا دل غریب حسنی بیگیا نہ ہو گیا  
جڑ بیت ابرو صنم اس کل مکان نہیں  
طاقت نہیں کہ دور کروں اسے غلط  
مالک اس مکان کا وہ میاں نہیں

اے عشق بس کہ شور قیامت بپا ہوا

آواز صوّر کی سی ہے تیری فقاں نہیں

کب بیدہ خیال میں موعے میاں نہیں  
کب ضعف دل کا یار میں راز نہاں نہیں  
دل تھا کہ آئینہ تھا تمہارے خیال کا  
ہر چند ہنود ہوتا ہوں پر اس کا نشان نہیں  
میں درد دل چھپانے کا حال کہوں کیا  
کر دیکھا یہ تبسم نہاں عیاں نہیں  
منہ کو چھپا کے بولے ہو تم کیوں کنارہ گیر  
یوں کنارا کا تو سخن دریاں نہیں  
لے اب غبار میری بنی پردہ دار ہے  
خوف نظر کسی سے تجھے آساں نہیں  
دشمن بھی ترس کھانے لگے حال پر ہے  
ممنون ہیں تمہارا کبیر و دشاں نہیں  
جو ہر نہیں یقین یہ رخصت ہیں ماہرو  
کب تجھ سے آئینہ پیکناں کماں نہیں  
ہستی عدم میں رہنے کی نکر اکس لئے  
دیتے گواہی کیا ترے الیہ وہاں نہیں  
اک سطر خون ہے لکھا عرض حال دل  
اے یار دیکھ نہ مالہ آتش فقاں نہیں

حشر شمع حیات کی ہے موج دلربا

ابر و تمہاری تیغ نہیں اور کماں نہیں

موج خوشی کہئے تو کس وقت ہم نہیں  
یہ بھی زیادہ گوئی سے سمجھو کہ کم نہیں  
کہتے ہیں گر عاشق حیران ہم نہیں  
آئینہ دار شرم مگر کب تبسم نہیں

گر جاں گئی تو اُس کی جگہ شوق ہی ترا      کب ملکِ دل میں اس کی حکومت ان نہیں  
 غالب کی طرز پر بھی سناوے کوئی غزل  
 کیا عشق تو دلیل رہ شاعراں نہیں

ہاں سنا اثر سے یہ شور و فغاں نہیں      لفظ کہن میں معنی تازہ سے جان نہیں  
 ہر دم ہے تیری یاد میں پاس نص مجھے      نزدیک تجھ سے دُور تر یا سب ان نہیں  
 جو رستم سے تیرے ہوں متاثر خلق میں      خلعتِ یہ فخر کی ہے ترا امتحاں نہیں  
 مجھ کو خفیف کر کے نہ بچاؤ بار بار      جو بار دُور کے تم سودہ دل پر گراں نہیں  
 ہر لفظ ایک بحر ہے ہر معنی ایک کان      خاطر میں نکتہ سخنوں کے کچھ بحر و کان نہیں  
 گردش جو دیکھو ہلی غمی آن کھو کھی بچار      چکر سے چین پانا ابھی آسماں نہیں  
 اور اک غزل کے سننے کا ہر شوق دل کو عشق

میں بھی تو شعر فہم ہوں کیا قدر داں نہیں  
 ہم سے ہوا سلوک جو تم پر نہاں نہیں      کب کر خیر آیکا در دِزباں نہیں  
 جب جائے دل کی کوئی زلفِ بتاں نہیں      ہے مرغِ پر شکستہ جسے آئیاں نہیں  
 اپنا مکانِ خالص جز لامکاں نہیں      ہے یہ بھی اک نشان کہ تھا کچھ نشاں نہیں  
 سودا یہ سود کا ہے سراسر زیاں نہیں      کب گرم اس کا میں میری دُکاں نہیں  
 رہتا تھا دل میں درگیا اس کی چھوڑ دل      کیا طرفہ ماجرا ہے مکن ہے مکاں نہیں  
 زاہد تو نیکم رہوں بدیں جو دیکھئے      آپس میں غیر فرق عیاں و نہاں نہیں

بھوکے اسیڑا پکے کھاتے ہیں دماغ کیا  
 ناصح کا قول ماننے مراد ل کہاں کی بات  
 ہسنی ہماری جو فنا سر بسر رہی  
 یوں لغو ز تیری طلب ہے تو کون ہے  
 دکھلائے پر بھی چہرے کو بیمار کے ترے  
 فکر جو بنا کر دکھاتی ہے جان کیا  
 اک سادہ دل کے صفحہ سے روشن ہواد ہوں  
 کیا ماہ نو کو ہم سہری ابروئے یار سے  
 سودا نہو گا دل کبھی سودا یہ چھوڑ  
 بیدار نہ ہے یہ دامن لے بیدار نہیں  
 میری کبھی تو کچھ بھی موثر قسم نہیں  
 اک دم نہیں کہ گردِ طریقِ عدم نہیں  
 جوشِ صبح گرم راہ جو سزا قدم نہیں  
 حیرت ہے حقیقت میں کچھ بھی نہیں  
 کیا کیجے اپنے ہاتھ میں ان کا قلم نہیں  
 جو ہر کا بھی اس آئینہ میں کچھ نہیں  
 جب سمانِ ناز و ادا اس کا غم نہیں  
 بازارِ حسن میں تو کہیں قدر غم نہیں

مومن کی جان تازہ اگر ہو اسی سے ہو

روح القدس سے عشقِ نرانا لہ کم نہیں

ابل میں دین و کفر سے شادی غم نہیں  
 کب س پرستی آپ بھلا متہم نہیں  
 باکدگر ہو خوش کہ ہوں کبھی تم طریف  
 دل سے ہمارے ان کا دہن ننگہ ہو بہت  
 خورشیدِ رُودہ آگیا رونے کو میرے پاس  
 مرم کے جی گئے ہیں بہت اس کے شوق میں  
 بیت الحرام کب سے جو بیتِ انصاف نہیں  
 کیا مجھ سے ملنے جیلہ ہی مغتصم نہیں  
 عینِ کرم ہے مجھ سے یہ تیرا قسم نہیں  
 غم سے ہمارے ان کا بستم بھی کم نہیں  
 حیران ہوں کہ دیدہ خوبا ر غم نہیں  
 آبِ حیات لبتے ترایا رستم نہیں

ہنستا ہوں دیکھو دیکھو میں ان کو کہہ نہیں  
مجھ سے تو حال بھی نہ لکھا جابیکا کبھی  
فرطِ غم و جزبِ نرِ زاکت سے کہتے ہیں  
میں جانتا ہوں پیاسے مگر خون کچے ہوتے  
دلبر کا اپنے شکرِ ادا کس زباں سے ہو  
جب کہ باسکلِ دلِ وارفتہ رام ہے  
بیدم سمجھ کے مجھ کو تو دم دیتے ہی ہے  
حاصلِ مراد سے کے پیالے سے ہر کام  
فاتما م عشق کا جز غم نہیں کوئی  
اے شاہِ حسن ناز ہے کیا مجھ فقیر پر  
آنسو کے بدلے آنکھ سے حسرت نکلتی ہے  
کیونکہ ہے اپنا شیشہ ناموس چور چور

کیا صورت ان کی غیرتِ باغِ ارم نہیں  
اُس سادہ رُود کا عشقِ ہر شوقِ رزم نہیں  
ہم سرگراں نہیں بلکہ گردن میں خم نہیں  
کیوں بے محابا چھوڑتے کھانا قسم نہیں  
وہ دل نہیں سے سینہ میں وہ دردِ غم نہیں  
اس کو کسی سے پھر بجز آرامِ رزم نہیں  
دم بھرتا آنکھ کب میں رہا دم نہیں  
کچھ غم نہیں میسر اگر جا ہم بسم نہیں  
سرتا قدم جو ہم ہی رہے ہم تو ہم نہیں  
محتاج کا غنی پہ کہو کب کرم نہیں  
دریائے اشتیاق میں دیکھو کہ ہم نہیں  
اُس طفل کے تو ہاتھ میں سنگِ ستم نہیں

کیا داغِ دل کی عشق کہوں نورِ باریاں

ایسا کوئی چراغِ بدیر و حرم نہیں

ان کے کرم سے کیا کہیں گاہ ہم نہیں  
کیا کیا دل اور جان پر رنج و الم نہیں  
کس کی نگہ سے شکرِ غم بے نشان ہے  
اتنا تو جانتے ہیں ستم یہ ستم نہیں  
گراں کی ہے اسی میخِ شنی کچھ بھی علم نہیں  
پرچم نہیں ہے شعلے کا نالہ علم نہیں

داغِ باغ مراد تازہ ہے  
 تجھ سے حاصل ہوا یہی اے گل  
 تو بھی کچھ سن لے ہم غریبوں کی  
 ایک قول و قرار سب کیا ہیں  
 دل خستہ نہیں ہے سینہ میں  
 فہر کے تم دوہو میں آٹا دیتے  
 کون سنتا ہے کیا کہیں ہر دم  
 پرورشِ نفس کی نہیں بیکار  
 اک لچک بس ہے جان لینے کو  
 کیوں بڑے مجھ سے ہوتے ہو پیار  
 اس چمن میں جو پھرتے ہیں دلبر  
 کیا فدا جگر سخن کریں تجھ پر  
 بیوفائی تری رہے کب تک

عشق کے جو اسد علی خاں ہیں  
 منت بے شمع رہتے ہیں  
 ہے شوق لپکا ترے جس ویدہ ترکو  
 سلام تشنگی کرتی ہے اُس کی کو ترکو

۱۲۔ چیتا یاد کے ایک قدیم مہندو جو مصنف کے کلام کے بے حد قدردان تھے۔ ۱۲

عاشق کا تیرے نام و نشان تک بھی ٹکایا  
 طاقِ مزار ساتھ لے لیجھرتے میں ضعیف  
 لوحِ مزار پر بھی رہا کچھ رستم نہیں  
 کچھ شپٹ اُن کی بارِ تعلق سے کم نہیں

دیکھا فائے عشق میں جب سے بقائے حُسن

ہوں نیستی بُست کہ ہستی عسدم نہیں

ہے یوںستم کا شوق جو تم کو تو غم نہیں  
 رونا یہ اپنا دیکھو تو ہسنے سے کم نہیں  
 غصہ کے بدلے غم ہی پہنے ل میں ہم ہیں  
 غم کی خوشی سے چھو لے میں دیدِ درم نہیں  
 گالی نہ بدعا نہ مرے سر کی قسم  
 گر حکم ہو تو سر سے میں ٹھک جاؤں گا بھی  
 غم ہے پیش ہے درد ہے حسرتِ سوزِ ہر  
 اُس حل کیے تلخ جوا بوں غم میں نہیں  
 سحرِ رشوق دیکھو کہ گروہ ہوئے میں تیز  
 سب کچھ وہی ہے مجھ میں مگر ایک دم نہیں  
 ہے بانگِ شراب مگر کیف کم نہیں  
 کر جاتے آکے ہاتھ مرا کیوں قلم نہیں

سو عافیت میں یک نہیں میں نہیں نہ چھوڑ

آغازِ عشق ہے ابھی! لختِ تم نہیں

ہم جو جسمِ نزار رکھتے ہیں  
 سب فصول گوہر ار رکھتے ہیں  
 جان امیدوار رکھتے ہیں  
 بیچ کا کل کے مار رکھتے ہیں  
 سر ہے جب سے خمار رکھتے ہیں  
 حسرتِ انتظار رکھتے ہیں  
 تیری آنکھوں کے شوق میں ہم تو  
 دل میں تاب تو اس نہیں باقی

نہ بند اس کو کروم بھی مجھ پر کرنے تو  
غیم فراق ہے طوفاں تو صبر دل کیا ہے  
سبھی ہیں بزم میں غش کس اور اسے چلتا ہے  
دولتے ان کے ہو اسیر و وہاں میں  
بیغ ذکر غم عشق یہ نہیں لگتا  
تم اپنا جان لئے لب میر فسون گرو  
یہ موج اشک بہا لے چلی ہے لنگر کو  
ملے جو ہاتھ سے سانی کے پاؤں غر کو  
نہ چاہوں اب حیات اور اب کو نر کو  
الہی کیا کروں میں سن ل مکر کو

سلوک شوق میں اب محسوس عشق لازم

بسانِ خامہ چلوں راہ پاؤں کر سکر کو

بیان کیا کروں میں اپنے حال تیر کو  
کیا ہے آئینہ بیمار تیرا بستر کو  
تردپ یہ میری بجانوں کہ کب لاد بگی  
گیا جو دل تو یہ روئے کہ چشم کھوٹھے  
نظر سے بچ کے مری آنکھ میں آ بیٹھے  
وہ شمع دیدہ ملاح ہو انرا ایدل  
ہیں یہ کھلتا کہ کب شوق آ زمانا ہے  
ہیں مجھ کو وہ دل میں وفا ہی چلتی ہے  
سیا جو جیتے پھر کام ہو گا سینہ کا  
انہیں کے میں بھی تو ہر دم میں پیرا ہو  
کہ دل تو کھوچکا دیجا نہیں سن ل کر کو  
نتری ہو میں سن ل بزم ہر اس کا دم بھر کو  
تھام فرش زمیں میں نہیں ہے بستر کو  
الہی رو میں ہم اب کیسا دیدہ تر کو  
میں پی آنکھ کہہ کہوں کیسے آج منظر کو  
گڑا ہی دیکھا رگ جاں میں کچھ تر کو  
کسی کی بندش دے سے کسی کی ٹھکر کو  
ہے بوئے عود سے بھی ننگ اپنے بھر کو  
ہے یاد بوجھ تو جراحی بھی رفوگر کو  
ہے تم باذنی کا دعویٰ یہ جن کی ٹھکر کو

ہوا ہے بارتق اب سر کو میں ٹپکتا ہوں  
 جگر سے لب تلک کا گنگا لکھی اب تو  
 غضب ہے بات مری دل کی دلیں ہجا  
 تباہ حال مرادیکہ خلق روتی ہے  
 جو موجزن تھا شب ہجر اشک کا دریا  
 تمہاری راہ میں بیکھوں بھلا سب کیا ہے  
 سمجھ کے شوق میں اک موج چشمہ کوثر  
 پڑا ہوں ضعف میں اس بن پہ کیا جلاتا،  
 لکھننگا شوق میں فنا بیدار اب نہیں  
 کہاں ہے حال کہ سنئے تمہارا فالِ عشق

خدا کے واسطے کھولو نہ اپنے دفتر کو

کہاں کا چین کہ مہر نید تیرے مضطر کو  
 غضب ہے پیری میں یہ داغ عشق دل پر  
 سمجھو کہ اس پہ گمان ہو گا دیدہ تر کا  
 ہوائے شوق میں رُتی ہے حسرت پر  
 رُلا مایہ رنسی سے نہیں تمہیں منظور  
 بغیر شربت دیدار کیا تشفی ہو  
 کہ دے چکا ہے سب اُم اس بستر کو  
 چھپا دے روتی میں کس طرح کوئی غلہ کو  
 دکھاؤں داغ جو میں فنا مجشر کو  
 جو بند ہوں میں نفس میں تو کیا کروں پر کو  
 نکال دانت نہ غلطان کیجے گوہر کو  
 ہے کیسا تشنہ ترادیکہ دیدہ ترکو



رقیبوں کے ترے اقربا ہوں کیا پروا  
 ہوائے مہر میں ہر ذرہ کیا چمکتا ہے  
 شبِ فراق میں دماغ کیا فروزاں تھے  
 ہیں بانوں سے تری جستجو میں پھر پھرتے  
 ہلالِ عید کا دھوکا ہوا مجھے ناگاہ  
 گزرا راتِ طلب کیوں نہ ہو بھڑکناں  
 جلالِ پیرِ متاعاں دیکھو جس کے آبِ پیر  
 غبارِ دل کا مرے گفتگو سے ظاہر ہے  
 کیا ہی میں نے تو اب وُردِ دل سے سب کو  
 نہیں خیال تو کیا کبجے بندہ پرور کو  
 کہ ناب دیکھنے کی بھی نہیں تھی اختر کو  
 ہے کوئی رہ پر جو بچانے پانوں سے سر کو  
 جو دیکھا ہاتھ میں قاتل ترے میں خنجر کو  
 جو ساتھ اپنے رکھوں شوق میں ہر کو  
 سوال کا بھی نہیں ہے مجالِ فیض کو  
 ملایا خاک میں کیا میں بھی آبِ گوہر کو

لکھے کا خط کوئی اصنافِ عشق کو شاید

پھراور کیا کرے حسن اُس کا مشکِ عنبر کو

کرے گا زبردِ عشقِ دل کے کشور کو  
 نہ ہو گا پیا سارے دل کے خون کا شائد  
 اُسی شکاری کی طرزِ ستم کا مارا ہوں  
 سما یا ستمِ مر آج کل یہ تو دا ہے  
 فلک سے کام لیا غا شقی میں عالم نے  
 شرابِ عشق سے کیا میرا فہم خوب ہوا  
 ہیں واعظ ابکے یہ صرف امر بالمعروف  
 کہ لایا ساتھ غم و درد سے ہی شکر کو  
 کہ پی گیا وہ لبِ لبِ آبِ گوہر کو  
 جو چھوڑ دیتا ہے کہ زخمی صیدِ لاغر کو  
 کہ یاد بھی نہ کروں دل کو اور دلبہ کو  
 کہ دھڑکتا تھا اس سحر میں شنادر کو  
 کہ محض حسیہ سمجھنا پڑا ہے ہر شر کو  
 کہ مطلقاً ہیں گئے بھول نہی نہ کر کو

نہیں ہے شک کہ تیرے شوق میں بیٹھتا  
کر گیا دامن پر گل کنا محشر کو

نجانوں عشق کہ بوں خار دیدہ مردم  
کیا ہے شوق نے کس گل کے جسم لاغر کو

سکھایا کون یہ تیوری چڑھانا دلبر کو  
نجانوں ہو سگی آخر برا بری کنوکر  
اُسی نے بے سرو پا کر دیا ہے مجھ کو  
فلک کو دیکھ رہی ہیں کہ کب پھرتی ہے  
ہمیشہ سنا ہے فریاد العطش میری  
ہم اپنا دشمن جاں کر چکے ترمی خاطر  
فداے رتبہ عاشق کہ پائے ٹبل پر  
امیدواری میں سکی جو دل کھینچو آہ  
ہو اے شوق میں مں نام کے ہر اڑنا دل  
وہ شمع رو ہے سر سوز دل بھی مضمون

جلایا دل توڑ لائے گا شوق مجھ کو عشق

ضرور آپ ہے جب گ لگ چکے گھر کو

دیا گیا تھا مرا نامہ کب کیو تر کو  
پسند آنا مرے پاس گر نہیں مں کو  
کہ کر دیا ہو پروا نہ اس کے ہر پر کو  
بلا تو لیوے مجھے یا رینہ ہی گھر کو

جگر تو دل میں ہی دی اُس بیت نگار کو  
 شکستہ رنگ بھی چہرے اڑ چلا میرے  
 پھونکے ہجر کے دل میں پڑے قدم ہوئے  
 تنہا رے کان کے موتی کو دیکھ کر ہوا  
 میں رنگ نہ رہا اپنے ہوا بہت خیر  
 جلا کے سوزِ دروں کو آہ راگھ کرے  
 دمِ اخیر ہی آرزو ہے عاشق کی  
 وہی تماشا دکھا دیگا ہجر مجھ کو آہ  
 سیاہ کاری ہجرال میں کیا کہوں تم  
 خدا نخواستہ حاصل اگر نہو دیدار  
 سنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا  
 سنا ہی دیکھا سناو عشق اُس سے بہتر کو

دکھاؤں آئینہ چشم کے جو جو ہر کو  
 وہ گھر تھا آئینہ جس سے کیا ہے باہر کو  
 ابھی میں چھوڑ کے دنیا فقیر ہو جاؤں  
 گلی میں اُس کی چلا ہوں میں یاد کا کھوکھلا  
 تو کروں بجز نامت میں غرقِ خیر کو  
 نظر میں بن کے چلا جاؤں کاش اندر کو  
 جو اُس گلی میں ہو مکن بچا نا بستر کو  
 پہ ڈر ہی ہے کہ کھانا پڑے نہ پتھر کو

سلوکِ سنت و توحید کا بیان مفقود  
جو نکلا نالہ میرا لختِ دل ہر لے نکلا  
کہ قصہ خواہوں نے رکھا ہر دابِ نمبر کو  
نہ دیکھا ہو گا فلک ایسے تیر اور پر کو  
ہے نیزہ باز سپاہی مرادِ نالوں قطعہ  
مگر جگر ہی یہ ہے صرف سب ہنر کا  
کہوں سو کیا نہ ہوں پٹیا جو میں ہر کو

سناتا عشق میں حوال اپنا ہوں ہم  
نیا ہے دیکھئے اس قصہ مکر کو

مقامِ دل نے کیا اپنا دیدہ تر کو  
جو خونِ دل سے مرے کچے کب است  
ہوا پسند سمندر بھلا سمندر کو  
کہاں یہ ربطِ میسر ہو شیر و شکر کو  
الہی کیا کرے ایسے کوئی مقدر کو  
کہ اپنے درد کی بھی اب خبر نہیں سر کو  
کہ توبے گل سے لیا مستعار شہید کو  
قبول کر لے جو قاتل ہی میرے محقر کو  
جہاں سیاہ نظر مجھ کو آ رہا ہے اب  
ہزار شکر کہ دل ہے غنی بدولتِ فقر  
بروزِ حشر بہت گرم ہو رہے خورشید  
کرم سے جلد دکھا دو رخِ منور کو  
فراغت ایسی کہاں کسی تو بنگر کو  
کہوں گا چادرِ سر اپنے دامنِ زکو

وہ آبِ حیاتِ حیات سے میرے ہو گا عشق  
دکھاؤں آئینہ شکر اگر سکندر کو

عبارت اُس کی اگر خط سے خوب ایجا  
اُسی کے دل میں پتا ملکیا تر آخر  
اگر چہ شوق میں تیر ہوا ہوں بے سرو پا  
گھر کے لعل کے طالب ہیں جو ہر سی عشق

نہ خوش رقم ہے کہو لعل رُوح پرورد کو  
جو چھان مارا تیری جستجو میں گھر گھر کو  
عوض میں سر کے قدم کے رکھا ہوں چکر کو  
نہ پڑے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

کسی کو آنے نہ دوں دیکھ لے ترے گھر کو  
یہ خامشی کا ہے اعجاز لعل دلبر کو  
بہت سمجھ کے کہو تم استارہ ابود  
ہو اُسی کا نہ دل سوز وہ بت بیدر  
ہمیں ہے خوف جو تجھ کو دہی لسا اُج  
نراکت اپنی سمجھ کی سوا ہے نشینہ سے

سب سمجھ نہ حلقہ در مجھ سے چشم برورد کو  
کہ ہونے دے نہ کبھی در کسی سخنور کو  
گلے یہ اپنے کوئی پھیر لے نہ جگر کو  
کسی نے آگ سے خالی بھی دیکھا تیر کو  
کہا من اپنا سمجھتا ہوں ل تر درد کو  
میں خون دل ہوں سمجھتا شراب حمر کو  
کہ پلویں سے مرے دیکھا اُس نے مضر کو  
تو کیوں نہ فخر سنا دار ہونو بر کو  
کہ دو جہاں سے نہیں کام کچھ قلم در کو  
فروغ کیا ہے ایجاں چراغ مضطر کو  
یہی ہے سوچ کہ اب منہ کر دل میں کدیر کو

تو بھی تو عشق ہیں مضمون شوخ رب سیر

گلی میں سن کی جو آسودہ رہنے بھی نیا  
 کبھی نہ سیر حسین کا وہ پھر خیال کرے  
 حسین سارے میں محتاج گر چہ زیور کے  
 کسی کو دیر حشرم کی خبر نہ تھی تب سے  
 ہوا مال میر ابھی لائے باہر کوئی طوفان  
 ہے عدل عشق کا اس حشرم سے مردل سے  
 شکر کو شک کو اس سے نہیں ہے کچھ نسبت

وہ آکے عشق نہ پھر جائے خبر تیری

ادھر ادھر ہے تو کیوں پھرتا چھوڑ کر گھر کو

گیے ہو بھول بہت دن آپ کتر کو  
 سر غرور بہت کچھ تھا دیدہ تر کو  
 کرم کرو تو اسی دم ہو میری جاں بخشی  
 ہمارے دل کو تو اپنا کیا ہے تو ظالم  
 تری نوراہ میں تبصرہ تھا کوئی حائل  
 میں سخت جاں ہوں ملک جھکوا جائے کسم  
 مریض عشق کا ہر دم ہے مختلف احوال  
 نکالتا ہے وہ مطلب کی اپنی بات سہ بات

کر دیں ہوں یا دیں اس بازو بد اکثر کو  
 قدم سے اپنے ہی پایا ہوں اس کے ہنسر کو  
 نہ بھولو بہر خدا ہر دم مستر کو  
 خرابا زنگہ کشور مسخر کو  
 پہ میں قدم کے تلے بجا اپنے ہی سر کو  
 سخانے مے مرے سر سے ایک تھکر کو  
 کہ ایک حال سے نسبت نہیں ہے دیگر کو  
 میں نیک ظن کر دس کسٹل ریسے بد بو کو

جو ڈھانپا منہ کو تم نے تو نہایت خوشماں ہو  
 تین دن جب ہوا دل کو کہاں بھیہر سوسا ہو  
 یہ نہیں کھوئے تھے دل کو ہر گاہ کھوج پا ہو  
 کہ سارے قطرہائے شک موتی بے بہا ہو  
 کہ جاں و دل ہمارے دونوں آپ بھائی ہو  
 مباد اچھو جنوں عشق ہی زنجیر پا ہو  
 اٹھے دلبر ہے دلدہ چلے تو دلر با ہو  
 تماشہ دیکھتے حیران بیچون و چرا ہو  
 ہزار آوے اگر روز تو غم کا دہا ہو  
 کفیل مطلب دل اب ہمارا بس خدا ہو  
 اسی کے آستان پر سر رہیں جب یہ سارے ہو  
 نتھار گز گماں آخر کو یہ ماتم سر ہو  
 ہنودے جب چمن میں گل تو میل بے خدا ہو  
 کہ بالکل ہو کے سیخو آپ ہم بوں مجاہد ہو  
 انہیں کی مہربانی ہے جو ہم مدیت دیا ہو  
 کہ ہم بھی شوش میں دیں تمہارا کرتا ہو

کہیں مانع تجلی کا حجاب نہ ہو جائے  
 بہت صبح پہرے کہیں میں آج پھر ہو  
 نہیں جانا گلی سڑکی اپنا بے سبب کسے  
 خیال آیا تھا رونے میں مگر کچھ ان کے نہ ہو  
 تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا کچھ  
 خوشی سی ہم تمہارے گھر میں آتے ہیں جاہیں  
 تمہارا بیٹھا اٹھنا نہیں بیکار چلنے بھی  
 کہے جاتا ہوں تو میں بھی ایسی بھاری کی  
 نہیں جب بید ہی کب عید ہم شاد ہو میں  
 تو ہم در بدر پھر پھر بے نیاز کیا حال  
 ہماری کیا حقیقت اتن دن دیکھو نہ ہو  
 مکان آرام کا سمجھا تھا میں نے خانہ دل کو  
 نہ رہے یا رہم گفتگو خاموش بیٹھے میں  
 یہ کس ملنے کا ہے فیض حیراں میں نہیں مل  
 نہ جا سکتے ہیں تھکے ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں  
 شراب حُسن سے شہر کب تک لیں گے ہوں

کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر سر کو  
 کیا ہو گیا ہے جذبِ لبِ بتیغِ ار کو  
 ہاں بر بھی ضرور ہے اس فو بہا کو  
 منظور جب جلانا ہی ٹھہرا ہے یا کو  
 میں نے چراغِ جان لیا انتظار کو  
 کیا جانتا نہیں ہے ترے خار کو  
 آنکھتِ حین کی کرتا ہے میرے غبار کو  
 آبِ حیات جانتے ہیں اس شہر کو  
 آزادی دِام چاہئے تیرے شہکار کو  
 شمع و چراغ کیا رہے شہنائے تار کو  
 دل دیدے میرے گردِ جلیں بھر میں

دل داغ سے جلا تو جلے داغِ دل سے آہ

خالی ہی دیکھتا ہوں نہیں جیبِ کمنار کو  
 تو پھر با مخالف بھی ملوث سی ہو اٹھ  
 نہ ہٹے پر نہ ہٹے کہہ یا تاج و لوہے  
 تو پھر دُور و قدم پر دیکھتے تھکے ہو اٹھ  
 بہت اچھا ہوا اگر جو ایسے بی وفا ٹھہرے  
 تہائے سایہ کے آگے پری ہو تو کب اٹھرے  
 نکل کر جہاںِ دل کا اپنے ناخدا ٹھہرے  
 برآمد ہو گئے پامال مال انکار اٹھرے  
 اگر گرمی کی رود سے کچھ بھی انکا با اٹھرے  
 عجب کیوں لنگھ کر اُن سہ کوئی دیں برا ٹھہرے  
 ننگہ افتِ قیامتِ قامت اور کا کل بلا ٹھہرے



کہ ہم بھی کچھ پیام گم کر چکے ہیں  
 کہو قاصد میرے حال سب کو سننا  
 شب ہجراں پھر اس حق میں کیوں دیر  
 گلا بیٹھے ہمارا جب کہا نکلا گلہ ٹہرے  
 گئے چل بنداب میں کچھ نہ بھیرے انتہا  
 کہو کیا ہوا اسی جے ملک پر لطف ہوا  
 بھلا میری نظر میں کچھ بھی پہلے ہوا  
 غبارِ دل میں ان کے ہم کہ خلی خاک پا  
 بہت گردش میں سرگرداں رہے ہم عشق کیا ہو

نہ پہنچے درمکس کے جو طالع مارا ٹہرے

یقین با شکر و نشان شکوہ کیا ہوا  
 سزاواران کی نفرت جدا ہوا  
 تمہاری انتظار میں تیرے ہم صبح و سہا  
 وفا کی بھٹی جو ہم نے سو سزاوار چھا  
 میں حیراں ہوں کلاس کچھ بھی آخر عا  
 بہت منت جو کی میں خفا ہو کر ڈاٹھا  
 ادا کوئی تمہاری جان میں اپنی قضا

اسی خواہش میں اگلے مہینہ بیٹھیں  
 مبادا حیلہ گروہ حرف کچھ رکھے اسی پس  
 ہمیں دیدار حاصل تشنہ دیدار کو یارب  
 اگر فریاد و مالہ نہیں نیراز طاہر ہے  
 طریق عشق کے سب لکوں کو میں دیکھا  
 کروں توبہ و استغفار میں بھی شیخ جی لکین  
 برا لکنا ہے قول حق سو حق میں کج ہوا  
 اڑا دین خاک سپرے پھر نہ کہوں ایسے یوں

اگر کینج قناعت میں بے ریا ہوا  
 بتوں سے دل لگا کر جو کھنگار چھا  
 کہاں صبح و سہا ایسے ہو اے مہلقا ہوا  
 دعا گو یوں میں کج سر سبز دل دعا ہوا  
 کہاں تلمے عیباں کا دل جنگ آزا ہوا  
 جناکے رنگ سے ہر چند تھے آتش بیا ہوا  
 بہتا زانیر ہر دم مقدر تو مرتے ہیں

مخالف موافق کا کیا کرتے ہیں خواب کلام  
چراغ گل کار و غنم سرسبز آب ہوا ہٹ کر

یہ بزمِ عشرتِ عشق جہاں آشوب ہے بارود

نہو ہر دم یہاں جو نقص سب کیا مزا ہٹ کر

اسی بس بیتیاری میں عزیز دیا لہا ہٹ کر  
یہ کیا تھر و غضب جگے ہم یوں بٹلا ہٹ کر  
نہ ہم پوشیدہ جاسکتے نہ وہ دزدِ بیدار ہٹ کر  
کوئی دم کے میں مہاں ہم شبابیِ نجاوہ  
دکھا صورت کو اپنی رونا مجھ سے نہ ماکو تم  
عجب مشکل کی صحبت ہو کہ کچھ بھی سن نہیں

نہ پایا چین اک لحظہ بھی پر ٹہرے تو کیا ہٹ کر  
کہیں ٹہر دو جو ان کو تو کہیں میری بلا ہٹ کر  
ہوئی تذبذبِ کل اب کہ عاشق بڑا ہٹ کر  
ذرا ٹہرے ذرا ٹہرے ذرا ٹہرے ذرا ہٹ کر  
مری آنکھوں میں دیکھو اپنے آپ بھی ٹہرے  
ادب کے قیدی ہم ملتی وہ پابندِ جبا ہٹ کر

نہات اے عشق یہ ہے دُر کی نام استقلال

حسانِ جہاں سب کے پھر تم پارسا ہٹ کر

خدا جانے تال اس کا بھلا ٹہرے برا ہٹ کر  
جھا ٹہرے سرا ٹہرے دفا ٹہرے عطا ہٹ کر  
لیوں پر جان آئی ہے نجاوہ کہ تا ہٹ کر  
تکلف بر طرفِ خواب ہمیں اپنی حاضر میں  
پُرانی دوستی ہر حید ہم انکو جانتے ہیں  
دلِ خوین ہمارا بھی کرو پال احسان

علم کی تیغ جو اس لئے تو ہم بھی سر جھکا ہٹ کر  
کرد جو کچھ ہمارے حق میں تو تم کو روا ہٹ کر  
چلے لے ساتھ ہم کو گھر ہمار گھر میں یا ہٹ کر  
بجائے فرش ان کو وہ جہاں چاہا بچھا ہٹ کر  
کریں کیا پھر جو سن کے سرا سڑوہ یا ہٹ کر  
عیش تم و تنگ طائر زنگِ حسا ہٹ کر

سارے دشمن دست میرے ننگے تو کیا ہوا دوست کا سامن بھی اک کہا ہو دشمن  
 شیخ جی نے تو کیا خرقہ کو رہن جام تہیں ہوتا ہرے سے ان کا دامن دیکھئے  
 سا لگو ہے دور راہ عشق سے خوف خطر

راہرو اس رہ کا اپنا آپ رہن دیکھئے  
 دست رنگیں میں سر کلر کے سوسن دیکھئے  
 لے گیا دل میرا اک طفل بہن دیکھئے  
 دیدنی کب دلا بے یار گلشن دیکھئے  
 چہرہ تاباں اس کے سے روشن دیکھئے  
 ساقیا قفل سے نیا گرم شیون دیکھئے  
 نقد دل اور اشک گہر زنگ کندن دیکھئے  
 محبت سے بڑھ کے میں ہوں شربت دشمن دیکھئے  
 خاک کی جاگہ دہاں پھولوں کا خرمن دیکھئے  
 تیغ جو ہر داک کی حسرت میں شیون دیکھئے  
 زخم دل کے لب پہ جاری در خون دیکھئے

ضعف سے یاں ہر گریباں طوق گردن دیکھئے  
 پاٹوں کی ٹیری دہاں بس دور دامن دیکھئے



ہے زربا تھیں گل کے کیا طرہ تماشائے  
کہ مرفانِ چین سا فقیرِ بانو اٹھ رہے  
علاج اس کا نہ تم سے ہو طبیعو بازاؤ اب  
کہ درد و دل غیہ بہت ہے اگر دل کی دوا اٹھ  
ہیں معلوم کیونکر اب بجز ان سے ہماری ہ  
ہوتے زود بخ اے کاسل اگر دیرِ سنا اٹھ  
نظر بازی سرباز آؤ کہ یہ عشقِ مجازی ہے  
مناسب لنگی کو اور کوئی مشغلہ بہرے

لعلِ دل کا پوشیدہ جہانِ فقر و فنا اٹھ رہے  
لباسِ ہری کی ہی عبا اٹھ رہے قبا اٹھ رہے  
مکان ایک ایک کیسا خوشنما امید کا اٹھ رہے  
اگر دل کی ہمارے سرزمین کا زارا اٹھ رہے  
کہاں پھر ناخنِ نذیر کی رحمت بچ سکتے  
بہلے کو عقدِ دل کے اپنے سب مشکل کشا اٹھ رہے  
گرہ اُن ابروؤں سے کھلنے کی امید واری میا  
کھلے ذرات اپنے ایسے ہی رت اٹھ رہے  
کریں کیا کچھ نہیں چارہ بلاتے آسمانی کا  
نہو نباتِ رونے کی جوین غم کی گھا اٹھ رہے  
دل پر شور و سرگواں اٹھ رہا ہی نہیں خر  
کسی کے ہاتھ کا لٹو بنے یا جھجھا اٹھ رہے  
نہ غم ان کو امیری کا نہ خواہشِ آبِ دانہ کی

اسیرِ دامِ آن کے طاؤرِ قبضہ نما اٹھ رہے  
ہات میں سیم تن کے تیغِ آہن دیکھئے  
جس کے یکسر منکے مقناطیس گردن دیکھئے  
سیم تن کا بیٹھا نخوت سے تن تن دیکھئے  
ضعف جاتی و طعلی ہے میری گردن دیکھئے  
آئینہ میں اپنی صورتیوں جو بن ٹھن دیکھئے  
ہموگے عاشق اپنے ہو کے میر دشمن دیکھئے  
دوستانِ ظاہری کا کیا کہو نیلِ خلتا  
تیز تر آتش سے بھی یہ ربطِ دشمن دیکھئے

جس نے تجھے پایا سمجھا ہو گا اُس نے  
اپنے ہی خیالات سے دل بھلایا

سچ ہے کہ وہی صاحبِ عرفاں ہوا  
نادانی جو اپنی جان انجان ہوا  
جو آئینہ بحث کو دیتا ہے جلا  
انسان سے شیطان ہوا جیران ہوا

مانندِ رسولِ حق محبوبِ خدا  
اصحاب کا مدارِ علی مولا  
جب صاف حدیث سے میضمون کھلا  
انکارِ منافقوں کا نکلا حجباً

گو تارنگہ سے ہر کوئی جال بُنا  
پر کس نے ترے باغ سے اک چھل چلایا  
جس رنگ کو دیکھوں وہ ترا پردہ ہے  
یہ جوش بہار جلوہ دیکھنا نہ سنا

ایمان ہمارا ہے بڑی رب کی عطا  
دُنیا کی یہ عزت یہ نجاتِ عقبی  
کیا کہئے جو حال ہو کمالِ اسلام  
مانگو یہ دعا اور کر دُشکرِ خدا

یارِ ہوں غلامِ شائعِ محشر کا  
اصحاب کا اور آلِ اطہر کا  
بعت کے تو دُوزخ سے بچا اور مجھ کو  
فردوسِ مٹے سنتِ پیغمبر کا

# رباعیات

اللہ سے محبوب کسی کو اپنا  
ہر شے کی زبان پر یہی ہے جاری  
کیا ذات میں کیا صفت میں سا بھی رکھا  
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

قائل جو ہوا تیری خداوندی کا  
جو تیری خدائی پہ ہنسے ہر ماں  
ہے دعویٰ بجا اس کو خرد مندی کا  
غم کہانا پڑے گا اسے خرد مندی کا

رکھتا ہے گدا تیرا سر شاہی کا  
پر راہِ رضا کٹھن ہے ایسی تیری  
بیخود کو ترے دماغ آگا ہی کا  
ڈر خنصر کو بھی رہی ہے گمراہی کا

غفلت کی تھی نیند خواب پریشاں رکھا  
امید ہے بخشش کی جو تھا خوفِ خدا  
دل کثرتِ جم سے ہر ساں دیکھا  
بس نام تیرا حسیم و رحیم دیکھا

تو نے بہت کچھ ہی نہیں سمجھا یا  
کچھ بھی نہ سمجھ میں پر کسی کی آیا

۱۴۳

ہمت یہ مری عالی دنیا ہے دنی  
اس سے نہیں کچھ حال جز دل شکنی  
کیا ہے فکر ہے جب نام عبد الباقی  
محتاج ترا بندہ ہوں اگر بے غنی

---

---

---

محبوب خدا کی کرے کیا کوئی ثنا  
ممدوح محمدؐ سا پیدا ہوا  
پایا جو رُوف اور رحیم اس نے خطاب  
ویسا ہی کرے گا کام جیسا ہی کہا

ہنسنا خدا کون بنی کہیے ہوا  
اور ختم رسالت کو بھلا کس نے کیا  
قرآن سی کتاب کیجئے بھلا اس کو ملی  
پڑھئے گا درود اس پر صبح و ساء

اے آہ ترا دہیان نہیں دلبر کو  
میری نہ جلا تو جان مضطر کو  
آئینہ سینہ کی جلا ہے اس سے  
برباد نہ کر دل کی خاکستر کو

رد کے کیسا کوئی دل مضطر کو  
یہ طاقت مقدور کت ہے شہر کو  
ہر دم معشوق سے ملنے کا خیال  
ہے کیا اسے عشق دھنسنے ہی سر کو

ہے کام جو مجھ سے عشق دلبر کو  
بیکار سے فرصت نہ ملی دم بھر کو  
دکھلاو گی کیا عقل بھلا اپنا ہنر  
کب دیکھنے کی تاب ہے چشم تر کو

آئینہ بنایا ہے کہ زنگار نہ مجھے  
کچہرہ کا یا خط کا گرفتار مجھے  
تو اپنے لئے پیار کر اے یار مجھے  
تیرے لئے میں تو بھی ہوں درکار مجھے





در اعظم سلطنت یس حیدر آباد کن  
طسج گردید